مروّجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
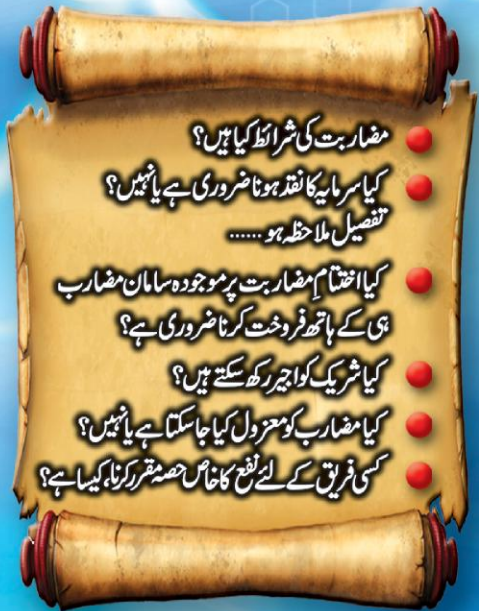
ناشر

جامعۃ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

فہرست

طبع اول : جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ، تعداد : 1000

طبع ثانی : صفر المظفر ۱۴۳۳ھ، تعداد: 1000

طبع ثالث : ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ، تعداد : 1000

تقریظ

بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا **سلیم اللہ خان** صاحب دامت برکاتہم

صدر وفاق المدارالعربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

آج کل ''اسلامی شرکت ومضاربت'' کے نام پر کچھ لوگوں نے کمپنیاں کھول رکھی ہیں جو عام تجارتی اداروں سے نا قابلِ یقین حد تک زیادہ ماہوار نفع دینے کے مدعی ہیں، ماہر تجار اور علوم میں رسوخ رکھنے والے علماء تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ یہ اسلامی شرکت ومضاربت کے نام پر ایک دھوکہ اور فریب ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں نیز علمائے راسخین اس کو مستقبل میں اہلِ حق عوام اور علماء کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ اور انتشار کا سبب گردانتے ہیں۔

اس سلسلے میں عزیز محترم ''مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب'' کی جملہ مساعی جو ہماری رہنمائی اور سرپرستی سے جاری ہیں اور عملی طور پر کئی ایسی کمپنی والوں سے بالمشافہہ ان کی نشستیں اور گفتگو ہوئی ہے جس کے نتیجے میں ان کمپنیوں کے کئی خلافِ شرع وخلافِ قانونِ ملکی امور سامنے آئے۔ بایں وجہ اس سلسلے میں مجھے ان کی جملہ تحقیقات وتحریرات پر شرح صدر اور پوری طرح اطمینان ہے۔

زیرِ نظر رسالہ کی کئی بار اشاعت ہو چکی ہے اور اس رسالے کے سبب اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسلمانوں کو اس فتنے سے بچایا ہے اور ان کی حلال آمدنیوں کی حفاظت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید شرفِ قبولیت عطا فرما دے اور اس فتنے کے سدِ باب کا ذریعہ بنا دے۔

book\saleem Ullah signature.jpg not found.

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا **مفتی حبیب اللہ شیخ** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دار الافتاء جامعہ اسلامیہ کلفٹن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

کیپ ایبل ایشیا کمپنی (جس کا نیا نام ''الیگزر گروپ آف کمپنیز'' ہے) سمیت وہ تمام تجارتی کمپنیاں جو تجارت کے عام معمول سے ہٹ کر کاروبار کرنے اور حد سے زیادہ نفع دینے کی مدعی ہیں جیسے جامعہ بنوریہ کراچی میں ''شفیق الرحمٰن'' نامی شخص کا ایک معاہدہ نامہ جو مورخہ ۷/مئی ۲۰۱۲ء کو ہوا ہے، جامعہ کے دار الافتاء کے فتوے کے ساتھ لف ہے جس میں بتیس لاکھ سولہ ہزار روپے سرمایہ پر تین ماہ کی مدتِ مضاربت پر رب المال کے لیے تیئیس لاکھ تیس ہزار روپے کا نفع مقرر کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اتنے سرمائے کا مال صرف تین مہینے ادھار کی وجہ سے تیئیس لاکھ تیس ہزار نفع پر خریدنا عقل سے بالاتر ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سرمائے سے خریدے ہوئے مال کی رسید اور اتنے نفع پر فروخت کرنے کی رسید کوئی بھی پیش نہیں کی گئی، تعجب ہے کہ ایسی بے سروپا رسید کی بنیاد پر اتنے بڑے عالمی ادارے کے دار الافتاء سے جواز کا فتویٰ کیسے شائع ہوا، یہ ایک مستقل سوالیہ نشان ہے۔

ہمارے دوست ''حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب زید مجدہم'' نے اس موضوع پر جو کام کیا ہے اور مستقل رسالہ بنام ''مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت ومضاربت'' مرتب کیا ہے، میں اس کے ساتھ من وعن متفق ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دوست کی اس محنت کو قبول فرما کر دارین میں سرخروئی عطا فرمائے۔ نیز میں بھی عوام الناس سے پرزور التجا کرتا ہوں کہ اس طرح کی کمپنیوں سے دور رہیں تاکہ ان کی خون پسینے کی کمائی ضائع نہ ہو۔

lab book\habibullah signature.jpg not found.

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المجید دین پوری حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد لولیه و الصلوة علی نبیه و علی آله و صحبه و اتباعهم اجمعین

اما بعد!

''شرکت ومضاربت'' کے اسلامی احکام اور آداب، صاف، واضح اور روشن ہیں۔ صدیوں سے آزمودہ اور مجرب ہیں، ان پر عمل کرنا اور ان کے مطابق اپنی تجارت اور مارکیٹ چلانے میں دشواری اور پیچیدگی وہی لوگ محسوس کرتے ہیں جو نظریاتی ونفسیاتی طور پر صرف مغربی سرمایہ داری طرز کی تجارت کو قابل عمل اور منافع بخش سمجھتے ہیں۔

چنانچہ اس مغربی تجارتی تصور اور اس کے مقامی پرستاروں نے مسلمان تاجر کو خالص اسلامی تجارت کی طرف آنے سے روکنے کے لیے جس انداز سے خود ساختہ رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں مسلمان تاجر اِن رکاوٹوں کو پار کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتا، بلکہ جان خلاصی کے لیے مختلف حیلے بہانے کرنے لگتا ہے۔ دوسری طرف ''تجارت'' اور ''کمپنی'' جیسے جاذب الفاظ کے ذریعہ مختلف لوگوں نے غربت زدہ معاشرے کو مختلف ناموں سے گھیر رکھا ہے، آئے دن نئی نئی ایسی کمپنیاں مشتہر ہو رہی ہیں جن کی شرعی حیثیت تو درکنار، جن کی حقیقت اور کاروباری کیفیت کا اندازہ بھی نہیں ہو پاتا اور وہ لاکھوں کروڑوں کے کاروبار کے لیے مشہور ہو جاتی ہیں، اور ایک عرصہ تک عام تجارتی نمو سے بڑھ کر منافع بھی بانٹتی رہتی ہیں، مگر کچھ ہی عرصہ میں ایسی کمپنیاں لوگوں کا مال کھا کر دیوالیہ بن کر ''لمیٹڈ کمپنی'' کے تاریک سرنگ کے ذریعہ کہیں اور جا نکلتی ہیں۔ ماضی میں بھی ایسی کئی مثالیں موجود ہیں، اور یہ سلسلہ وقفے وقفے سے یہاں بھی چلتا رہتا ہے۔ خاص کر گذشتہ چند سالوں سے مختلف ناموں سے مختلف کمپنیاں اسلام کے نام

اور بعض غیر معروف فتاویٰ کے سہارے لوگوں سے اسلامی تجارت کے نام پر رقمیں وصول کر رہی ہیں، جن کی ذاتی و قانونی پوزیشن، کاروباری کیفیت، ڈائریکٹرز کی مسئولیت اور اثاثوں کی نوعیت کے بارے میں کوئی خاطر خواہ علم نہیں ہوتا۔

ایسی بعض کمپنیوں کے بارے میں اہل علم کے پاس وقتاً فوقتاً سوالات آتے رہتے ہیں، اسی تناظر میں ہمارے محترم دوست ''حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ'' نے یہ تحریر لکھی ہے جس میں ایسی مبہم ومجہول کاروبار کے نام پر لوگوں سے پیسے سمیٹنے والی کمپنیوں کے کاروبار کے ناجائز ہونے کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے متبادل صحیح اسلامی طریقۂ تجارت کی راہ نمائی بھی فرمائی ہے، اور ان کمپنیوں کا حصہ بننے والے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ اپنی دنیوی اور اخروی بھلائی کی خاطر ان کمپنیوں کا حصہ بننے سے قبل ایسی کمپنیوں کی مکمل شرعی و قانونی چھان بین کرلیں، ان کمپنیوں کی اصل حقیقت واضح ہونے کے بعد ان کا حصہ بننے یا نہ بننے کا فیصلہ کریں، محض عارضی نفع کے لیے اپنی حلال کمائی کو ضائع نہ کریں۔

اللہ تعالی مفتی احمد ممتاز صاحب حفظہ اللہ کی اس سعی جمیل کو منظور ومقبول فرمائے اور عوام وخواص کے لیے فائدہ مند بنائے۔آمین

فقط والسلام

محمد عبدالمجید دین پوری

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۴ / ۴ / ۱۴۳۳ھ

مُقَدِّمَة ﴿طبع ثانی﴾

نحمده و نصلی علی رسوله الکريم أما بعد !

طبع اول میں کیپ ایبل ایشیا کمپنی کا نام ذکر کیے بغیر ان جیسی کمپنیوں کے عقد مضاربت میں پائے جانے والے خلافِ شرع امور کی نشاندہی کی گئی تھی اور ان کے متبادل ذکر کیے گئے تھے۔ پھر جب اس کمپنی کے کاروباری اموراور معاملات کی معلومات کمپنی ہی میں کام کرنے والے مختلف افراد سے کی گئی تو کئی مبہم، نا قابل یقین اموراور متضاد بیانات سامنے آئے، جن کی بنا پر ان کا پورا کاروبار مشکوک، نا قابل اعتبار بن جاتا ہے جو کہ عام ماہر تاجروں کی سمجھ سے بالاتر ہے، اور ایسے ہوائی کاروبار میں کسی بھی مسلمان کے لیے اپنا سرمایہ لگانا بالکل ناجائز ہے۔

ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ کسی کاروباری کمپنی میں حصہ ڈالنے سے پہلے اس کے پورے کاروبار کی حقیقت اور روزمرہ خرید وفروخت کے معاملات یقینی بنیادوں پر خود معلوم کر کے ماہر مفتیان کرام سے اس کے جواز کا فتوی لے۔ اگر ایسی کسی کمپنی کے ذمہ داران میں سے کوئی کسی معتمد جامعہ کے جواز کے فتوی کا مدعی ہو تو اس سے باقاعدہ تحریری فتوی وصول کریں، تاکہ آپ کی خون پسینہ کی حلال کمائی کسی ناجائز کاروبار میں لگ کر ضائع نہ ہو جائے، اور عنداللہ آپ کے مواخذہ کا سبب نہ بنے۔

﴿مبہم وخلاف واقع اموراور غلط بیانیاں﴾

(۱) اصل سرمایہ کتنا ہے؟ کیپ ایبل ایشیا کمپنی کے بعض اہم افراد کے بقول تین چار افراد کو ہی اصل سرمایہ معلوم ہوسکتا ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی معلوم کرنے پر بتایا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے چند سال پہلے کچھ افراد کو اُس وقت معلوم ہوگا مگر اب بقول ان کے ۱۳، ۱۴ ملکوں میں یہ کام پھیلا ہوا ہے اور زمینوں، فیکٹریوں وغیرہ مصنوعات کی صورت میں دن بدن سرمایہ اتنا بڑھ رہا ہے، جس کی صحیح مقدار اس وقت کمپنی کے ذمہ داران میں سے کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔

(۲) بعض ڈائریکٹر کہتے ہیں کہ منجمد اثاثے جیسے فیکٹریاں، مشینیں اور زمینیں یہ سب ہم ڈائریکٹروں کی ملکیت ہیں ان میں کمپنی کے دوسرے شرکاء اور ارباب الاموال شریک نہیں، ان کی شرکت صرف خام مال میں ہے۔ جبکہ دوسرے بعض ڈائریکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ خالص غلط بیانی ہے، اگر فیکٹریوں کا وجود ہے تو وہ ان شرکاء اور ارباب الاموال کی رقوم سے ہی ہے، ورنہ ہم غریبوں کے پاس اپنا سرمایہ اتنی مقدار میں ابتداءً کہاں تھا کہ ہم کروڑوں کی زمینیں اور فیکٹریاں اور مشینریاں خرید سکیں۔

(۳) کبھی کہتے ہیں کہ ہم ماہانہ حساب نہیں کر پاتے، اس لیے نفع کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ لوگوں سے بطور مضاربت جو ہر ماہ جمع کیا جاتا ہے اسی میں سے ہی قدیم ارباب الاموال اور شرکاء کو دیا جاتا ہے اور مکمل طور پر اس وقت حساب کیا جا سکے گا جب تمام شرکاء کمپنی کو ختم کرنے اور علیحدہ ہونے پر متفق ہو جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہم ہر ماہ پورے پورے منافع تقسیم کرتے ہیں۔

(۴) زیادہ نفع کے اشکال کا بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ آدھا نفع ہے اور آدھا تبرع ہے، اور بعض صورتوں میں کمپنی کے بعض ذمہ داران پورے کو تبرع کا نام دیتے ہیں۔

(۵) انرجی سیور اور منرل واٹر کی فیکٹریوں کا ملائیشیا اور چائنا میں موجود ہونے کا حوالہ دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ فیکٹریاں کتنی مشینریوں پر مشتمل ہیں اور ماہانہ کتنا مال تیار کرتی ہیں اور کن ممالک میں کن کن ڈسٹری بیوٹرز کے واسطوں سے مال پہنچتی ہیں تو سال گزرنے کے بعد بھی ان امور کا جواب نہیں ملتا۔

نیز جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے جب اس کی بابت سوال کیا گیا تو دارالافتاء جامعہ دارالعلوم نے بھی طویل تحقیق وتفتیش کے بعد بھی جواز کا فتویٰ نہ دیا۔ چنانچہ جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری کردہ فتویٰ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ دارالافتاء دارالعلوم کراچی اس کمپنی کے کاروبار کے جواز کا ذمہ دار نہیں، جو شخص بھی سرمایہ لگائے اپنی ذمہ داری پر لگائے۔ چنانچہ فتویٰ نمبر ’’۱۳۶۱/۶۴‘‘ جاری شدہ مئی ۲۰۱۱ء میں تحریر ہے کہ

''جو شخص اس کمپنی میں رقم لگانا چاہے وہ اپنی ذمہ داری پر لگائے۔''

۲۔ دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے احباب مسلسل طویل مدت تک تحقیق کے بعد بھی کمپنی کے کاروبار سے مطمئن نہ ہوسکے، کہ کمپنی جو رقوم بنام مضاربت جمع کر رہی ہے وہ واقعۃً کسی کاروبار میں لگاتی بھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے جملہ معاملات شرعی بنیادوں پر ہیں بھی کہ نہیں؟ چنانچہ فتویٰ نمبر ۶۶/۱۳۵۸ میں تحریر ہے کہ:

''تاہم یہ سرمایہ لگانے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرمایہ لگانے سے پہلے اس بات کا اطمینان حاصل کرلیں کہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ حقیقت میں رقوم کسی کاروبار میں لگائی جارہی ہیں یا نہیں؟ اور وہ کاروبار جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے روزمرہ کے معاملات بھی شریعت کے مطابق ہورہے ہیں یا نہیں؟''

۳۔ سرمایہ لگانے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ اس کمپنی کی رجسٹریشن ہوچکی ہے اور اس کو قانونی حیثیت حاصل ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا لازم اور ضروری ہے کہ اس کے خرید و فروخت کے روزمرہ معاملات شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ فتویٰ نمبر ۶۶/۱۳۵۸ میں تحریر ہے کہ:

''سرمایہ لگانے والوں پر لازم ہے کہ اس سلسلہ میں بہت احتیاط سے کام لیں، اور صرف اسی جگہ سرمایہ کاری کریں جو جائز بھی ہو اور قانون کے مطابق بھی ہو۔''

۴۔ مذکورہ فتویٰ میں اس پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ موجودہ کمپنی سے پہلے بھی اس طرح کے کئی واقعات رونما ہوچکے ہیں کہ جن میں لوگوں کو حلال منافع کا لالچ دے کر ان کو ان کی حلال اور دن رات کی محنت سے حاصل کی گئی کثیر رقوم سے محروم کردیا گیا۔ چنانچہ اسی فتویٰ میں تحریر ہے کہ:

''اس سے پہلے اس طرح کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بظاہر جائز معاہدوں کی بنا پر اور بڑے حلال نفع کا لالچ دے کر لوگوں سے رقوم لی گئیں لیکن بعد میں خُرد بُرد کر کے عوام کو ان کے سرمایہ سے بھی محروم کردیا گیا۔''

۵۔ کمپنی کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب کوئی شخص اپنا حصہ ختم کرے گا تو اس کو صرف اتنی ہی رقم ادا

کی جائے گی جو اس نے لگائی تھی بلکہ اس کے حصہ کی جو بازاری قیمت لگے وہ اس کو واپس کرنا لازم ہے یا باہمی رضامندی سے لگائی گئی رقم کے سوا کسی اور مقدار پر فیصلہ کر کے واپس کرنا ضروری ہے، جبکہ موجودہ کیپ ایبل ایشیا کمپنی ہر شخص کو صرف اپنی لگائی ہوئی رقم واپس لینے پر مجبور کرتی ہے، جو اس کو عموماً چند ماہ بعد ہی وصول ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ فتویٰ میں تحریر ہے کہ:

''رب المال کے حصے کی قیمت پہلے سے اتنی مقرر نہ کی جائے جو اصل لگائی ہوئی رقم کے برابر ہو کیونکہ اس صورت میں راس المال مضمون ہو جائے گا جو کہ شرعاً جائز نہیں۔''

نوٹ: کیپ ایبل ایشیا کمپنی کی طرح بعض دیگر کمپنیوں جیسے ''ڈبل شاہ'' وغیرہ کا دعوی ہے کہ ہم ایک مہینہ دو مہینہ میں رولنگ مکمل کر لیتے ہیں یعنی کروڑوں کا مال خرید بھی لیتے ہیں اور سارا کا سارا نقد بیچ دیتے ہیں اور سرمایہ مع نفع فی لاکھ تقریباً ساڑھے آٹھ سے دس ہزار تک کی شرح سے ارباب الاموال میں تقسیم بھی ہو جاتا ہے، جبکہ عام ماہر تجار کی سمجھ سے یہ رولنگ بالاتر ہے۔ اور بعض کمپنیوں کا دعوی تو اس سے بھی اونچا ہے کہ ہم پندرہ دن میں رولنگ مکمل کر لیتے ہیں یعنی پندرہ دن میں کروڑوں روپے کا چمڑہ اور کھاد خرید کر نقد فروخت بھی کر لیتے ہیں اور کل سرمایہ مع نفع فی لاکھ اکیس سو، بائیس سو روپے تک کی شرح سے ارباب الاموال میں تقسیم بھی کر لیتے ہیں۔ اس قسم کا کاروبار اس وقت اسلام آباد، راولپنڈی، اٹک، کوہاٹ، ہنگو، دوابہ، چمن، پشاور اور کراچی کے بعض علاقوں میں پھیلا ہوا ہے، اس کا حکم بھی کیپ ایبل کمپنی کی طرح ہے لہٰذا اس سے بھی اجتناب لازم ہے، اور رقم لگانا ناجائز۔

تمام مسلمانوں کو اس تحریر و فتویٰ کے ذریعہ سے متنبہ کیا جاتا ہے کہ ان کمپنیوں میں رقم لگانے سے گریز کریں تاکہ ان کے خون پسینہ کی کمائی اور جمع پونجی ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکے۔ نیز اہل علم حضرات سے بھی گزارش ہے کہ اس موقع پر اپنے فرائض ذمہ داری سے سرانجام دیں۔

احمد ممتاز

۱۵/صفر ۱۴۳۳ھ

مُقَدِّمَہ ﴿طبع اول﴾

نحمده و نصلى على رسوله الكريم أما بعد !

مروجہ اکثر تجارتی اداروں اور کمپنیوں میں کئی ایسے خلافِ شرع امور پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے یہ تجارتی معاملہ (یعنی مضاربت اور شرکت) فاسد اور باطل ہو جاتا ہے، اور بجائے حلال کے انسان حرام خوری اور کئی کبائر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہر مسلمان پر اپنے تجارتی معاملات اسلامی اصولوں کے تحت سرانجام دینا لازم ہے، اس لیے مسلمانوں کی ہمدردی اور معاونت کے طور پر انتہائی آسان انداز میں یہ رسالہ بنام "مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت ومضاربت" مرتب کیا گیا ہے تا کہ مسلمان بھائی اسے پڑھ کر اپنی شرعی ذمہ داری بآسانی پوری کر سکیں۔

رسالہ میں اولاً بعض مروجہ "مضاربہ ومشارکہ کمپنیوں" میں پائے جانے والے خلافِ شرع امور لکھ دیے گئے ہیں اور ثانیاً ہر امر کا شرعی متبادل ساتھ ساتھ لکھ دیا گیا ہے تا کہ مخلص اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے عین اسلامی تجارت کرنے کے خواہاں احباب جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح طور پر پہچان سکیں۔

نیز آخر میں شرعی مضاربہ کی وہ تمام شرائط یکجا بھی لکھ دی گئی ہیں جن کا بوقتِ عقدِ مضاربہ لحاظ ضروری ہے۔

السوال

کیپ ایبل ایشیا اور اس جیسی دیگر کمپنیوں میں رقم لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کیپ ایبل ایشیا (جس کا نیا نام الیگزر گروپ آف کمپنیز ہے) اور اس جیسی دیگر کمپنیوں میں شرکت و مضاربت کے طور پر رقم لگانے کا جواز درج ذیل دو باتوں پر موقوف ہے۔

لہذا جب تک مستند مفتیانِ کرام پوری کمپنی کا جائزہ لے کر ان دو باتوں کے جواز کا فتوی نہ دیں کسی کے لیے ایسی کمپنیوں میں شرکت ومضاربت کے طور پر رقم لگانا جائز نہیں۔

(۱) عقدِ شرکت ومضاربت درست اور شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔

(۲) صحتِ عقد کے بعد ہونے والا کاروبار بھی شریعت کے مطابق صحیح ہو۔

ذیل میں ان دو باتوں کی تفصیل مع شرعی متبادل ملاحظہ ہو:

پہلی بات کی تفصیل اور ناجائز امور مع شرعی متبادل

﴿ناجائز امر نمبر ا﴾

کیپ ایبل ایشیا اور اس جیسی دیگر تجارتی کمپنیوں میں ارباب الاموال کے درمیان شرکت بصورتِ عنان ہوتی ہے جبکہ اس میں شرکتِ عنان کی شرائط پوری نہیں کی جاتیں، کیونکہ اکثر کمپنیاں اور تجارتی ادارے تجارت شروع کرنے کے بعد بھی چلتے کاروبار میں وقتاً فوقتاً نئے لوگوں کو بھی شریک کرتے رہتے ہیں نیز قدیم شرکاء میں سے بھی بعض اپنا حصہ اور سرمایہ بڑھاتے رہتے ہیں۔

ایسی صورت میں قدیم شرکاء کا کل یا بعض حصہ اور سرمایہ عروض (سامان) کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ جدید شرکاء اور سرمایہ میں اضافہ کرنے والے قدیم شریک کی طرف سے نقد کی صورت میں ہوتا ہے اور اس طرح شرکت کسی بھی مذہب میں جائز نہیں۔ اس بارے میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی کے مذاہب ذیل میں ملاحظہ ہوں:

مذاهب کی تفصیل:

احناف رحمہم اللہ کا مذہب: ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک شرکتِ عنان میں شرط یہ ہے کہ ہر فریق اور شریک کا سرمایہ نقد ہو، اگر کسی ایک شریک نے سرمایہ بجائے نقد کے عروض کی شکل میں دیا تو یہ شرکت احناف رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔

مثلاً دس یا پندرہ آدمی آپس میں شرکت کررہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا سرمایہ نقد ہونا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے کہا کہ میری طرف سے سرمایہ یہ کتب خانہ ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى : لاتصح الشركة في العروض . وفيه ايضاً معنى الوكالة من لوازم الشركة والوكالة التي يتضمنها الشركة لا تصح في العروض......الخ.

(بدائع الصنائع ۶/ ۵۹، ط: رشيديه)

قال العلامة السرخسي رحمه الله تعالى : فأما الشركة بالعروض من الدواب والثياب والعبيد : لا تصح عندنا وعلى قول ابن أبي ليلى ومالك رحمهما الله هي صحيحة ؛ للتعامل وحاجة الناس إلى ذلك ولاعتبار شركة العقد بشركة الملك وفي الكتاب علل للفساد فقال : لأن رأس المال مجهول يريد به أن العروض ليست من ذوات الأمثال .وعند القسمة لا بد من تحصيل رأس مال كل واحد منهما ؛ ليظهر الربح .فإذا كان رأس مالهما من العروض فتحصيله عند القسمة يكون باعتبار القيمة وطريق معرفة القيمة الحرز والظن ولا يثبت التيقن به .ثم الشركة مختصة برأس مال يكون أول التصرف به بعد العقد شراء لا بيعا وفي العروض أول التصرف يكون بيعا وكل واحد منهما يصير موكلا لصاحبه ببيع متاعه على أن يكون له بعض ربحه

وذلک لا یجوز .وقد بینا أن صحة الشرکة باعتبار الوکالة .ففی کل موضع لا تجوز الوکالة بتلک الصفة فکذلک الشرکة .ومعنی هذا أن الوکیل بالبیع یکون أمینا فإذا شرط له جزء من الربح کان هذا ربح ما لم یضمن والوکیل بالشراء یکون ضامنا للثمن فی ذمته فإذا شرط له نصف الربح کان ذلک ربح ما قد ضمن ولأن فی الشرکة بالعروض ربما یظهر الربح فی ملک أحدهما من غیر تصرف بتغیر السعر فلو جاز استحق الآخر حصته من ذلک الربح من غیر ضمان له فیه .وربما یخسر أحدهما بتراجع سعر عروضه ویربح الآخر ؛ فلهذه المعانی بطلت الشرکة بالعروض............ وکذلک لا یصح أن یکون رأس مال أحدهما دراهم ورأس مال الآخر عروضا فی مفاوضة ولا عنان ؛ لجهالة رأس المال فی نصیب صاحب العروض علی ما بینا .(المبسوط للسرخسی ۱۱/۱۷۴،ط:رشیدیه)

<u>مالکیہ رحمہم اللہ تعالی کا مذہب</u>:مالکیہ رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک سرمایہ عروض کی شکل میں بھی فراہم کرنا جائز ہے خواہ عروض مثلیہ (جن کی مثل بازار میں دستیاب ہو) ہوں یا قیمیہ (جن کی مثل بازار میں دستیاب نہ ہو)،عروض چاہے ایک جانب سے ہوں یا دونوں جانب سے۔مثلاً دو آدمی آپس میں شرکت کریں اور ایک آدمی کی طرف سے سرمایہ ایک لاکھ روپے ہو اور دوسرے آدمی کی جانب سے سرمایہ دکان کا سامان ہو،لیکن واضح رہے کہ امام مالک رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک شرکت بالعروض کے جواز کے لیے ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ بوقتِ عقد عروض کی بازاری قیمت لگا کر اس کو سرمایہ بنایا جائے تا کہ بعد میں نفع اور نقصان کی تقسیم میں دشواری نہ ہو۔مثلاً ایک آدمی کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دوسرے آدمی کی جانب سے سرمایہ سامان ہے تو دوسرے آدمی کا سرمایہ کتنا ہے؟ اس کا علم نہیں۔اس کی طرف

سے چونکہ سامان ہے تو اب سامان پر اس کو کیسے نفع دیں گے؟ لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس سامان کی بازاری قیمت لگا کر اس کو رأس المال بنالیا جائے۔ پھر جب وہ قیمت لگائی گئی تو مثلاً وہ ۳ لاکھ تھی تو اس کا سرمایہ ۳ لاکھ ہوا، اب اگر نقصان ہوگا تو اس کو نقصان ۳ لاکھ کے تناسب سے ہوگا اور نفع بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا مذہب: امام احمد رحمہ اللہ تعالی کی ایک روایت تو احناف رحمہم اللہ تعالی کی مانند ہے اور ایک روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ شرکت بالعروض جائز ہے لیکن اسی شرط کے ساتھ جیسا کہ مالکیہ کے مذہب میں گزرا۔

قال العلامة ابن قدامة الحنبلي رحمه الله تعالى : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب .نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب .وحكاه عنه ابن المنذر......وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال ...... وهو قول مالك.

(المغني ۱۲٤/۷ ،ط:هجر،قاهره)

شوافع رحمہم اللہ کا مذہب: شوافع رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک اگر سرمایہ نقد کے بجائے عروضِ مثلیہ ہوں (جس کی مثل بازار میں ملتی ہو) تو شرکت جائز ہے، اگر عروض قیمیہ ہوں (یعنی بازار میں ان کی مثل نہ ملتی ہو) تو شرکت ناجائز ہے۔ (شرکت ومضاربت عصرِ حاضر میں، ص: ۲۴۸، ۲۴۹)

﴿شرعی متبادل﴾

مالکیہ کے مذہب اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی کی ایک روایت کے مطابق درج ذیل دو شرطوں سے چلتے ہوئے کاروبار میں کسی قدیم شریک اور انویسٹر کا سرمایہ میں اضافہ کرنا اور غیر شریک کو شریک کرنا جائز ہے۔

(۱) سب شرکاء کی اجازت ہو۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : لا يملك الشريك الشركة الا باذن شريكه
و قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : (قوله : لا يملك الشريك) أي
شريك العنان (الشامية ٦ / ٤٨٧، ط: رشيديه)

(۲) بوقت عقد قدیم شرکاء کے سارے عروض اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر اُس قیمت کو قدیم شرکاء کا سرمایہ بنایا جائے، اور اس تناسب سے آنے والے کو شریک کرلیا جائے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کمپنی کے حصص کی خریداری اور اس میں شرکت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب و الله الموفق للحق و الصواب

۱۔ بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکتِ عنان ہے، کیونکہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے ہیں اور اپنی عماراتِ مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مال تجارت کو نقد کی طرف محمول کرلیتے ہیں مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے عمارات وسامان وغیرہ میں لگایا تو وہ اپنے کو کمپنی کے سو/۱۰۰ حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنقد نہ ہوگی بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

فيجوز الشركة و المضاربة بالعروض بجعل قيمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد في رواية و هو قول مالك و ابن أبي ليلى كما ذكره الموفق في المغني ٥/ ١٢٥

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتوی دے کر شرکت مذکورہ کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/۴۹۴)

دیکھیے ! اس فتویٰ میں بھی صراحت ہے کہ " اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مالِ

تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں'' اور ''**بجعل قیمتها وقت العقد رأس المال**'' جس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نئے شرکاء اور کلائنٹس سے عقد کے وقت قدیم شرکاء کے عروض اور سامان کی قیمت لگانا اور اس کو رأس المال بنانا شرط اور ضروری ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد عمران اشرف زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں :

کیا سرمایہ کا نقد ہونا ضروری ہے؟

شرکت کے اندر سرمایہ کیسا ہونا چاہیے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ جو لوگ شرکت قائم کریں ان میں سے ہر شخص اپنی سرمایہ کاری کا حصہ نقد فراہم کرے؟ یا کوئی شریک اپنا حصہ جنس کی صورت میں بھی دے سکتا ہے؟ اس کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔

احناف کا مذہب : امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنس (سامان) کی شکل میں سرمایہ لگا کر شرکت العقد وجود میں لانا جائز نہیں، خواہ وہ سامان مثلی اشیاء میں سے ہو یا قیمتی اشیاء میں سے ہو۔

مالکیہ کا مذہب : اس کے برعکس مالکیہ کے نزدیک جنس کی شکل میں سرمایہ فراہم کر کے شرکت مطلقاً جائز ہے، خواہ وہ سامان مثلیات میں سے ہو خواہ قیمیات میں سے ہو، نیز یہ بھی جائز ہے کہ دونوں شریک اپنا سرمایہ جنس کی صورت میں فراہم کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شریک نقد روپے لائے اور دوسرے کا سرمایہ جنس کی شکل میں ہو۔

مالکیہ کہتے ہیں جب کوئی شریک سامان کی صورت میں سرمایہ فراہم کرے تو اس کے حصے کا تعین اس سامان کی بازاری قیمت کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ص:۲۴۸)

نیز لکھتے ہیں : اگر کوئی شخص کسی چلتی ہوئی صنعت (Industry) میں اپنا روپیہ لگائے

اور صنعتکار کے ساتھ شرکت کر لی تو یہ جائز ہے مثلاً زید کا ایک کپڑے کا کارخانہ ہو، اور بکر اس میں ایک لاکھ روپے ڈال کر اس کارخانے میں حصہ دار بن جائے اور اس طرح زید اور بکر اس کپڑے کی صنعت میں شرکت کر لیں اس صورت میں زید کا سرمایہ عروض (جنس) کی شکل میں ہوا اور بکر کا سرمایہ نقد شکل میں، لہٰذا زید کے کارخانے کی قیمت لگا کر اس کا سرمایہ متعین کیا جائے گا اور اس کی بنیاد پر شرکت قائم کی جا سکے گی کیونکہ یہ بات پیچھے آ چکی ہے کہ سرمایۂ شرکت کا نقد ہونا لازمی نہیں ہے۔

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ص: ۲۵۵)

اگر اس متبادل پر عمل نہ ہوا اور بوقت شرکت عروض کی قیمت نہ لگائی گئی تو نقصان کی صورت میں نئے آنے والے شریک کے نفع اور حق کا کچھ حصہ قدیم شرکاء کو ملے گا اور نفع کی صورت میں قدیم شرکاء کے نفع اور حق کا کچھ حصہ نئے آنے والے شریک کو ملے گا اور یہ درج ذیل اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے اکل بالباطل میں داخل اور حرام ہے۔

﴿اُصولِ مسلّمہ﴾

(الأصل الأول): الخَراج بالضمان

عن مَخْلَد بن خُفَافُ قال: ابتعت غلاما فاستغللته ثم ظهرت منه على عيب فخاصمت فيه إلى عمر بن عبد العزيز فقضى لى برده و قضى عَلَيَّ برد غلته فأتيت عروة فأخبرته فقال: أروح إليه العشية فَأُخْبِرُهُ أن عائشة أخبرتنى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فى مثل هذا: أن الخراج بالضمان فراح إليه عروة فقضى لى أن آخذ الخراج من الذى قضى به عَلَيَّ له، رواه فى شرح السنة. (المشكوة ٢٤٩)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: قال الطيبى رحمه الله الباء فى "بالضمان" متعلقة بمحذوف تقديره الخراج مستحق بالضمان أى بسببه و قيل الباء للمقابلة و المضاف محذوف أى منافع المبيع بعد القبض تبقى للمشترى فى مقابلة الضمان اللازم عليه بتلف المبيع و نفقته و مؤنته و منه قوله

علیہ الصلوة و السلام: من علیه غرمه فعلیه غنمه، و المراد بالخراج ما یحصل من غلة العین المبتاعة عبدا کان أو أمة أو ملکا و ذلک أن یشتریه فیستغله زمانا ثم یعثر منه علی عیب قدیم لم یطلعه البائع علیه أو لم یعرفه فله رد العین المعیبة و أخذ الثمن و یکون للمشتری ما استغله لأن المبیع لو تلف فی یده لکان من ضمانه و لم یکن له علی البائع شیء .(المرقاة ٦/ ٨٩، ط: رشیدیه جدید)

’’مخلد بن خفاف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا، پھر میں نے اس کومزدوری پر لگایا اوراس کی مزدوری بطور نفع رکھ لی، پھر مجھے اس کا ایک پرانا عیب معلوم ہوا تو اس کی وجہ سے میں نے اس کے سابق مالک کے خلاف (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس مقدمہ دائر کیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ میں یہ غلام اس عیب کی وجہ سے اس کے مالک کولوٹا دوں اور مزدوری کا جو نفع میں لے چکا تھا وہ بھی اس کے مالک کو واپس کردوں۔ پھر میں عروہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس آیا اوران کو اس تمام معاملے کی روئیداد سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالی سے اس فیصلہ میں مزدوری واپس کرنے کے سلسلے میں غلطی ہوئی ہے) اور میں شام کو ان کے پاس جا کر (حضرت) عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) کی روایت بیان کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے ایک فیصلے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نفع اس کو ملتا ہے جو ضمان اور نقصان کا ذمہ دار ہے۔ (چونکہ غلام کی مزدوری کے عرصے میں اگر اس سے کوئی نقصان ہوتا یا خود مر جاتا تو اس کی ذمہ داری اسی مشتری اور خریدار پر آتی، لہٰذا اس عرصہ کا نفع بھی اسے ہی ملنا چاہیے) سو عروہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) شام کو ان کے پاس تشریف لے گئے پھر (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے میرے لیے فیصلہ دیا کہ میں وہ نفع اس مالک سے واپس لے لوں۔‘‘

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ نفع اس کو ملتا ہے جو ضمان اور نقصان کا ذمہ دار ہے، جبکہ نئے آنے والے شرکاء گذشتہ نقصان اور ضمان کے ذمہ دار نہیں لہٰذا نفع کے بھی حقدار نہ ہوں گے۔

(الأصل الثانی): الغنم بالغرم

عن سعید بن المسیب أن رسول الله ﷺ قال: لا یُغلِقُ الرھنُ الرھنَ من صاحبه الذی رھنه له غنمه و علیه غرمه، رواه الشافعی مرسلا(المشکوة ۲۵۰)

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کو رہن (گروی) رکھنا اُس مرہون شے (کی ملکیت اور منافع) سے اُس کے مالک کو نہیں روکتا (یعنی کسی چیز کو گروی رکھنے سے راہن اور مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی لہٰذا) اس گروی رکھی ہوئی چیز کے ہر نفع اور بڑھوتری کا حقدار راہن ہی ہوگا اور وہی اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوگا۔“

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ فائدہ بمقابل نقصان ہے، یعنی کسی چیز کا فائدہ اس کو حاصل ہوگا جس کے ذمہ اس چیز کا تاوان ہے۔

(الأصل الثالث): لا یحل ربح ما لم یضمن.

قال رسول الله ﷺ: لا یحل سلف و بیع و لا شرطان فی بیع و لا ربح ما لم یضمن و لا بیع ما لیس عندک، رواه الترمذی و أبو داود و النسائی.(المشکوة ۲۴۸)

”رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کر کے) حلال نہیں ہے، اور بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اور اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی اپنے ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی، اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت میں) نہیں۔“

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کے نقصان کا کوئی ضامن نہیں اس کا نفع اس کے لیے حلال نہیں۔

”**المحیط البرھانی، کتاب المضاربة، الفصل الثامن عشر ۱۸ / ۲۱۵**“ میں کئی جگہ اس بات کی صراحت ہے کہ ربح آنے کے بعد رب المال متعین شرح کے مطابق اپنے حصے کا مالک بن جاتا ہے اور مضارب اپنے حصے کا۔ اگر مضارب نے ناجائز طور پر مال کو کسی غیر کے مال سے خلط کیا تو مضارب رب المال کے اصل سرمایہ کے ساتھ ساتھ اس کے ربح کے حصے کا بھی ضامن ہوگا۔

ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ کاروبار میں ربح اور نفع آنے کے بعد کسی اجنبی کو شریک کرنے کی

صرف وہی صورت ہوسکتی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کردی ہے، نئے شریک کی شرکت کے وقت نفع اور ربح کو کالمعدوم تصور کر کے اس کو شریک کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ خلط کے ذریعے یہ ایک کا مال دوسرے کو ناحق طور پر کھلانے کی وجہ سے اکل بالباطل میں داخل اور حرام ہے۔

نتیجہ : اس متبادل کے پیشِ نظر مسلمان تاجر پر لازم ہے کہ ہر نئے آنے والے شریک کے لیے بوقتِ عقد کمپنی کے اندر موجود سارے سامانِ تجارت اور منجمد اثاثوں جیسے دفاتر، فرنیچر، استعمال کی گاڑیوں وغیرہ کی بازاری قیمت لگائیں اور نقد اور دیون کو بھی ساتھ جمع کر کے ان کا حصہ اور سرمایہ متعین کریں۔

﴿ناجائز امر نمبر۲﴾

کیپ ایبل ایشیا اور اس جیسی دیگر کمپنیوں میں جب کسی نئے شریک کو شریک کیا جاتا ہے تو اس وقت مکمل سرمایہ نقد نہیں ہوتا بلکہ سرمائے کا ایک بڑا حصہ لوگوں پر ادھار اور کاروبار میں پھنسا ہوا بھی ہوتا ہے یعنی دیون اور قرضوں کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ جوازِ شرکت کے لیے یہ ضروری ہے کہ سرمایہ عقد کے وقت یا کم ازکم خریداری اور تجارت کی ابتدا میں موجود ہو۔ اگر سرمایہ حاضر وموجود نہ ہوگا تو شرکت کسی بھی مذہب میں جائز نہ ہوگی۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب: شرکت کے لیے سرمائے کا عقد کے وقت موجود ہونا یا کم ازکم خریداری اور تجارت کی ابتدا میں متعین اور موجود ہونا ضروری ہے۔

مثلاً دو آدمی آپس میں شرکت کر لیں اور عقد کے وقت ہی سرمایہ ملا لیں یا بازار سے خریداری کے وقت سرمایہ ملا لیں۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: ومنها : أن يكون رأس مال الشركة عينا حاضرا لا دينا ولا مالا غائبا فإن كان لا تجوز عنانا كانت أو مفاوضة لأن المقصود من الشركة الربح وذلک بواسطة التصرف ولا يمكن في الدين ولا

المال الغائب فلا يحصل المقصود وإنما يشترط الحضور عند الشراء لا عند العقد لأن عقد الشركة يتم بالشراء فيعتبر الحضور عنده حتى لو دفع إلى رجل ألف درهم فقال له : أخرج مثلها واشتر بهما وبع فما ربحت يكون بيننا فأقام المأمور البينة أنه فعل ذلك جاز وإن لم يكن المال حاضرا من الجانبين عند العقد لما كان حاضرا عند الشراء. (بدائع الصنائع، ۵/ ۷۹، ط: رشيديه جديد)

قال العلامة السرخسي رحمه الله تعالى: واما شركة العنان فهو ان يشترك الرجلان برأس مال يحضره كل واحد منهما ولابد من ذلك اما عند العقد او عند الشراء حتى ان الشركة لاتجوز برأس مال غائب اودين.

(المبسوط للسرخسي، ۱۱/ ۱۶۳، ط: رشيديه)

مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب: سرمایہ کا عقد کے وقت موجود ہونا ضروری ہے لہذا اگر دونوں طرف سے مال موجود نہ ہو یعنی ایک طرف سے مال آجائے اور دوسری جانب سے نہ آیا ہو تو شرکت کی صحت کے لیے دو شرائط ضروری ہوں گی:

(۱) دونوں شریک اس وقت تک کام نہ کریں جب تک کہ غائب مال آجائے۔

(۲) غائب مال بہت دور نہ ہو پھر بعض مالکیہ کے ہاں مطلب یہ ہے کہ دو دن کے اندر اندر آسکے اور بعض نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ اس کی آمد میں دس روز لگ سکیں۔

حنابلہ اور شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب: فقہائے حنابلہ وشوافع رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرکت میں مال کا موجود و متعین ہونا بوقتِ عقد ضروری ہے، چنانچہ اگر مال موجود نہ ہو یا کسی کے ذمہ دین ہو تو بغیر کسی قید اور شرط کے شرکت ناجائز ہوگی، اس لیے کہ ان کے ہاں شرکت میں مال کا مخلوط کرنا شرط ہے اور جب مال ہی نہ ہو تو سرمایہ مخلوط کیسے ہو سکے گا؟۔

(شرکت ومضاربت عصرِ حاضر میں، ص: ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱)

سرمائے کے موجود ہونے کے اعتبار سے سب سے آسان اور اہون مسلک احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

﴿متبادل﴾

اس کا شرعی متبادل یہ ہے کہ ہر وقت کاروبار میں نئے آنے والوں کو شریک نہ کیا جائے بلکہ ایک ایسا مخصوص وقت جس میں سارے دیون وصول ہو جائیں، مقرر کر کے اسی میں نئے آنے والوں کو شریک کیا جائے۔

﴿ناجائز امر نمبر۳﴾

ان مروجہ اکثر کمپنیوں میں کل رأس المال معلوم نہیں ہوتا، جبکہ شرکت میں تقسیم نفع کے لیے ضروری ہے کہ کل رأس المال معلوم ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں :

پورے رأس المال کا معلوم ہونا نفع کی تقسیم کے وقت ضروری ہے تا کہ اس کے مطابق طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کیا جا سکے۔ (غیر سودی بینکاری ص: ۳۲۵)

معلوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرکت بالعروض میں مزید سرمایہ بڑھانے کے لیے تمام عروض کی بوقت عقد قیمت لگانا ضروری ہے، **عند مالک و فی روایة عن احمد** جبکہ یہاں ایسا نہیں ہوتا، اس لیے راس المال مجہول ہوتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اسلامی شرکت کے لیے ضروری ہے کہ ہر شریک کو اپنے سرمایہ کی مقدار کے اعتبار سے نفع کی نسبت معلوم ہو، اور نفع کی اس نسبت کے لیے کل سرمائے کا معلوم ہونا ضروری ہے، جب تک کل سرمایہ معلوم نہ ہوگا نفع کی نسبت معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شریک کا سرمایہ ایک لاکھ روپے ہے، اب اس کو نفع کتنا ملے گا؟ اس کے لیے پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ کل سرمایہ معلوم ہو جائے تا کہ اس کو پتا چل جائے کہ ایک لاکھ کی کل سرمایہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جب اس کو معلوم ہوگا کہ مثلاً کل سرمایہ ایک کروڑ ہے تو اب اس کو پتا چل جائے گا کہ اس کے ایک لاکھ سرمائے کی کل سرمایہ سے نسبت 100 / 1 ہے یعنی کل سرمایہ کا سوواں حصہ ہے۔

دوسری بات یہ ضروری ہے کہ جو شرکاء عمل (کام) کرتے ہیں اگر ان کا نفع عمل کی بنیاد پر اپنے سرمایہ سے زیادہ ہے تو اس کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ شرکاء کا نفع مجہول ہوگا، مثلاً چار شرکاء ہیں، ہر ایک کا رأس المال اور سرمایہ ۲۵ فی صد ہے (یعنی ہر ایک کا سرمایہ مثلاً دس لاکھ ہے اور کل رأس المال چالیس لاکھ ہے) ان میں سے دو شرکاء کام کرتے ہیں اور دو کچھ بھی کام نہیں کرتے اس لیے کام کرنے والوں کے لیے ۳۰ فی صد نفع متعین کیا گیا اور کام نہ کرنے والوں کا نفع ۲۰ فی صد متعین ہوا۔

دیکھیے! اس مثال سے واضح ہو گیا کہ کل رأس المال کے معلوم ہونے کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ شرکاء کے نفع کی نسبت بھی معلوم ہو جائے، ورنہ شریک کے لیے نفع مجہول رہے گا۔

اگر شرکاء میں سے کوئی بھی عمل نہ کرتا ہو بلکہ سب نے سرمایہ اکٹھا کر کے کسی غیر شریک کو بطور مضاربت یہ رقم دے دی، تو ایسی صورت میں اگر مضارب کے نفع کی نسبت سب ارباب الاموال سے ایک ہی ہے، مثلاً وہ ہر ایک سے پچاس فی صد نفع خود لیتا ہے اور پچاس فی صد رب المال کو دیتا ہے، تو اس صورت میں صرف دو باتوں کا علم ضروری ہے۔ ایک یہ کہ کل سرمایہ کتنا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ مضارب کا نفع کتنا ہے؟ ان دو باتوں سے ہر ایک کو اپنا نفع معلوم ہو جائے گا۔ جیسے مثلاً ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور کل سرمایہ ایک کروڑ ہے اور مضارب کا نفع ۵۰ فی صد ہے، اب ایک لاکھ سرمایہ دینے والے کو معلوم ہو گیا کہ مجھے کل نفع کا 1 / 200 یعنی آدھا فی صد ملے گا۔

اور اگر مضارب نے ارباب الاموال سے نفع کا تناسب ایک نہیں رکھا بلکہ کسی سے زیادہ اور کسی سے کم رکھا ہے، مثلاً کسی کو ۵۰ فی صد نفع دیتا ہے، کسی کو ۶۰ فی صد اور کسی کو ۴۰ فی صد۔ تو اس صورت میں ہر شریک کو یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ مضارب نے میرے ساتھ نفع کی جو نسبت طے کی ہے، وہ کیا ہے؟ ورنہ نفع مجہول رہے گا۔

الحاصل: اسلامی شرکت اور مضاربت میں ہر شریک اور رب المال کے نفع کے تناسب کا معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ پھر یہ اسلامی شرکت اور مضاربت نہ ہوگی۔ اور نفع کے اس تناسب کا معلوم ہونا

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کل رأس المال کے معلوم ہوئے بغیر نہیں ہوسکتا۔اس لیے ہر شریک کے لیے ضروری ہے کہ اُسے یہ معلوم ہو کہ مہینہ، چھ ماہ، سال، دوسال وغیرہ مدت تک جو کاروبار ہوا ہے، یہ کتنے سرمایہ سے ہوا ہے؟

مروجہ کمپنیاں جو روزانہ ماہانہ نئے شرکاء سے رقم لیتی ہیں ان کے لیے سامان کی بازاری قیمت روزانہ یا ماہانہ معلوم کرنا انتہائی دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

﴿متبادل﴾

اگر عروض کی قیمت ہر ماہ لگانا مشکل ہے تو اس کے لیے ۳ ماہ یا ٦ ماہ کی مدت مقرر کر لی جائے، اور اس درمیانی مدت میں کسی سے مضاربت اور شرکت پر رقم نہ لی جائے۔ پھر ۳ یا ٦ ماہ بعد تمام اثاثوں کی قیمت لگا کر اس کو راس المال بنایا جائے، اس طرح کل راس المال معلوم ہو جائے گا۔

﴿ناجائز امر نمبر ۴﴾

ان کمپنیوں کے ذمہ داران بعض شرکاء اور انویسٹرز کے نفع کا کچھ حصہ ناجائز طریقے سے خود بھی کھاتے ہیں اور بعض دوسرے شرکاء اور انویسٹرز کو بھی کھلاتے ہیں اور یہ قرآنِ کریم کے صریح حکم ﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَموَالَكُم بَينَكُم بِالبَاطِلِ ﴾ کے خلاف اور اکل بالباطل اور حرام ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ ذمہ داران ہر ماہ نقد کی صورت میں جو نفع آتا ہے وہ انویسٹرز میں تقسیم کرتے ہیں، (کیونکہ ہر ماہ تمام منجمد اثاثوں اور مالِ تجارت وغیرہ کا حساب لگانا متعذر رہے) لہٰذا جو مصنوعات بن تو گئیں لیکن ابھی تک فروخت نہیں ہوئیں یا وہ خام مال کی صورت میں ہیں، اُن میں بھی تو نفع آچکا ہوتا ہے، لیکن فروخت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم نہیں ہوا۔ یہ ممکن ہے کہ آئندہ ماہ شروع کی تاریخوں میں یہ مال بک جائے اور پھر اصل سرمایہ مع نفع کے دونوں سے خام مال خریدا جائے، اس صورت میں انویسٹروں کے اصل سرمایہ سے بھی تجارت ہوئی اور سرمایہ کے نفع سے بھی تجارت

ہوئی، لہٰذا آئندہ انویسٹروں کو صرف اصل سرمایہ کے تناسب سے نفع نہیں دیا جانا چاہیے، بلکہ ربح کے تناسب سے جو نفع آیا ہے وہ بھی ان ہی کا حق ہے اور ان کو دیا جائے۔

الحاصل : جس طرح کمپنی کے ڈائریکٹرز کو ہر ماہ نفع بھی ملتا ہے اور ان کا کاروبار اور سرمایہ بھی بڑھتا ہے، اسی طرح انویسٹرز کا سرمایہ بھی حقیقت میں بڑھتا ہے، لیکن یہ ذمہ داران ان کے سرمایہ کی بڑھوتری کو خود کھا جاتے ہیں اور حمایت حاصل کرنے کے لیے کچھ دوسروں کو بھی کھلا دیتے ہیں۔

قارئینِ کرام! کسی بھی تاجر اور کاروباری سے پوچھ لیجیے وہ بتا دے گا کہ تقسیم منافع سے پہلے اس فروخت شدہ سامان کے ثمن سے دوسرا سامان خرید کر لایا جاتا ہے اسی طرح جو ربح ہوتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بھی ضرور آگے کاروبار میں لگتا ہے، دیکھیے! ایک تاجر کا سال کے شروع میں کاروبار پانچ لاکھ کا ہوتا ہے اور سال کے آخر میں باوجود اس کے کہ اخراجات کے لیے نفع کا کچھ حصہ نکالتا رہتا ہے پھر بھی کاروبار مثلاً آٹھ لاکھ کا ہوجاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ربح کا کچھ حصہ بھی کاروبار میں لگتا رہتا ہے ورنہ اگر ہر ماہ سارا کا سارا نفع نکال کر صرف پانچ لاکھ چھوڑتا تو کاروبار آٹھ لاکھ کا کبھی نہ ہوتا۔

اس تاجر کے کاروبار پر کمپنی کو قیاس کیجیے، کمپنی کا ہر ماہ کل سرمایہ سے زائد تمام ربح کو معلوم کر کے تقسیم کرنا آسان نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت پیش کرسکتا ہے کہ فروخت کے بعد فوراً اصل سرمایہ علیحدہ کردیا جاتا ہے اور ربح کو علیحدہ، پھر خام مال صرف اسی سرمایہ سے خریدا جاتا ہے اور بس۔

﴿متبادل﴾

چونکہ یہ خرابی، امر نمبر (۱) اور امر نمبر (۳) کے مفسدہ پر مبنی ہے، اس لیے اگر امر نمبر (۱) اور نمبر (۳) کے مفسدہ کا (ہمارا ذکر کردہ) متبادل عمل میں آ گیا تو یہ مفسدہ بھی خود بخود ختم ہوجائے گا۔

﴿ناجائز امر نمبر ۵﴾

ان کمپنیوں کے ڈائریکٹرز کا متعین تنخواہ اور اجرۃ لینا بھی ناجائز اور مفسدِ عقد ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شرعی شرکت اور مضاربت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی صورت میں کوئی فریق نفع سے محروم نہ رہے اس وجہ سے کسی فریق کے لیے کچھ رقم متعین کرنا جائز نہیں، لہٰذا مضارب یا رب المال کو نفع میں سے کچھ متعین کر کے دینا ناجائز اور مفسد عقد ہے۔

(۱) حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں شریک کے لیے متعین تنخواہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: چار شخصوں نے مل کر تجارت کی اور باہم یہ بات قرار پائی کہ ایک سال دو شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاوے اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہیں اور دوسرے سال دو شخص جو مکان پر رہے تھے وہ مال تجارت لے کر پردیس کو جاویں اور جو پردیس کو مال لے کر گئے تھے وہ وطن میں مکان پر رہیں اب صرف دو ہی شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاتے ہیں اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہتے ہیں، اب تحقیق طلب یہ بات ہے کہ جو شخص پردیس کو مال تجارت لے کر جاتے ہیں وہ ان دو شخصوں سے جو مکان پر رہتے ہیں اور مال تجارت لے کر پردیس کو نہیں جاتے منافع زیادہ لینے کے مستحق ہیں کہ نہیں؟ اگر منافع زیادہ نہیں لے سکتے تو اپنا حق المحنت پردیس جائے بطور تنخواہ کے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس سوال میں کوئی اور شق بھی رہ گئی ہو تو اس کا جواب بھی مرحمت فرما دیا جاوے تا کہ تکمیل جواب ہو جاوے اور حضور والا کو مکرر تکلیف نہ دی جاوے۔

الجواب : فی الدر المختار : کتاب الشرکة : و شرطها کون المعقود علیه قابلا للوکالة فلا تصح فی المباح کاحتطاب و عدم ما یقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما لأنه قد لا یربح غیر المسمی و حکمها الشرکة فی الربح

فی رد المحتار تحت قوله : (و حکمها الشرکة) و اشتراط الربح متفاوتا عندنا صحیح فی ما سیذکر ج ۳ ص ۵۲۰

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ باہر جاتے ہیں وہ منافع زیادہ لے سکتے ہیں مگر تنخواہ معین

کر کے نہیں لے سکتے، اور منافع جو زیادہ لیں گے وہ نسبت سے ہونا چاہیے مثلاً دو ثلث یہ لیں گے اور ایک ثلث دوسرے شرکاء جو باہر نہ جاویں گے مثلاً، اور یہ جائز نہیں کہ بیس، بیس روپے ماہوار لیا کریں گے۔ ۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

(امداد الفتاوی ۳/ ۵۱۵، ۵۱۶)

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ''محدود ذمہ داری'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں اول تو عرض یہ ہے کہ اگر اس کو (متعاقدین کے درمیان) شرط فاسد بھی قرار دیا جائے تو شرکت ان عقود میں سے ہے جو شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتی الا یہ کہ اس شرط باطل کے نتیجہ میں شرکت ہی باقی نہ رہتی ہو مثلاً کسی ایک شریک کے لیے کسی متعین رقم کی شرط۔'' (غیر سودی بینکاری ص:۳۴۴)

(۲) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''شریک کو بوجہ زیادتی عمل کے منافع کے علاوہ تنخواہ دینے کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں شریک کے اجیر بنانے کو ناجائز فرماتے ہیں، سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: دکان لمیٹڈ ہو جانے کی حالت میں شرکاء دکان میں سے جو شریک دکان میں کام کرتے ہیں کوئی منیجر (منتظم) ہوتا ہے اور کسی کے متعلق دکان کا دوسرا کام ہوتا ہے تو ان کام کرنے والے شریکوں میں سے ہر شریک کو منیجری وغیرہ کی اس کے کام کے لائق علیحدہ تنخواہ ہے اور جو شریک کام نہیں کرتا اس کو تنخواہ نہیں ملتی بلکہ صرف نفع پانے کا حق دار ہوتا ہے پس ارشاد ہو کہ کام کرنے والے شرکاء کو اس طرح تنخواہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: شریک کا اجیر ہونا درست نہیں، بلکہ صورتِ جواز یہ ہے کہ جو شریک منیجر ہو اس کا حصہ منافع میں زیادہ کر دیا جائے مثلاً جو شریک منیجر نہیں ان کا حصہ روپے میں دو آنہ ہے تو منیجر کا حصہ روپیہ میں چار آنہ کر دیا جائے، لیکن یہ جائز نہیں کہ اس کی تنخواہ مقرر کی جائے۔

واللہ اعلم (امداد الاحکام ۳/۳۲۳)

(۳) مضاربہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

''مضاربہ میں کسی ایک فریق کے لیے متعین نفع کی شرط جائز نہیں، یہ مضاربہ فاسدہ ہے، رب المال کا معین نفع وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔''

قال فی التنویر : وکون الربح بینھما شائعا. (الشامیه ٥٣٢/٤) .

(احسن الفتاویٰ ۷/۲۴۵)

اسی طرح شریک کو ملازم رکھ کر اس کو متعین تنخواہ دینا چونکہ شرکت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے لہٰذا مفسدِ شرکت ہے۔ شرکت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی ایسی شرط نہ لگائی جائے جس سے نفع میں شرکت منقطع ہو جائے جبکہ ملازمت کی صورت میں یہ شرکت منقطع ہو سکتی ہے کیونکہ مثلاً اگر اس (ملازم شریک) کی اجرت اور تنخواہ دس ہزار روپیہ ہے اور کل نفع بھی دس ہزار یا اس سے کم ہوا ہے تو کل نفع اس ایک شریک کو مل جائے گا اور دوسرے سارے شرکاء محروم ہوں گے۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : (وشرطها) ای شرکة العقد......(وعدم مایقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لا حدهما) لانه قد لایربح غیر المسمی(الشامیه ٤٦٨/٧،ط: رشیدیه)

﴿متبادل﴾

اس کا متبادل وہی ہے جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاوی میں اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الاحکام میں تحریر فرمایا ہے، جس پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصویبی دستخط فرمائے ہیں، کہ متعین تنخواہ کی بجائے نفع میں اس کا حصہ بڑھا دیا جائے۔

﴿ناجائز امر نمبر۶﴾

ان کمپنیوں میں سے بعض شرکاء اور انویسٹرز کا اپنی شرکت کو ختم کر کے رقم نکالنے کا جو طریقہ کار ہے وہ بھی اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، کیونکہ یہ کمپنیاں ان شرکاء کو اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ بصورتِ بیع اپنا حصہ ہمارے پاس ہی چھوڑنا پڑے گا، اور اس بیع میں درج ذیل خرابیاں ہیں:

(ا)عدمِ تراضی۔یعنی جو شریک نکلنا چاہتا ہے اس کے حصے کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ ابتدائے شرکت کے وقت لگائے ہوئے سرمائے کے مطابق ہوتی ہے یا اس سے کم ہوتی ہے جبکہ نکلنے والا شریک اگر یہی حصہ عام منڈی یا بازار میں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرتا تو اصل سرمائے سے زیادہ پر فروخت ہوتا لیکن شریک کو کم قیمت پر اپنا حصہ کمپنی ہی کو بیچنے پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے حقیقی رضامندی جو کہ بیع کی بنیادی شرط ہے بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ صرف زبانی اور فرضی خرابی نہیں بلکہ ہمارے سامنے اس بات کے مکمل ثبوت موجود ہیں کہ ان کمپنیوں میں اس طرح کے معاملات کیے جاتے ہیں اور اس بات کی واضح اور صاف ستھری مثال کیپ ایبل ایشیا کمپنی کا وہ معاملہ ہے جو انہوں نے کسی غیر آدمی نہیں بلکہ خود اپنے ہی ایک ڈائریکٹر کے ساتھ کیا۔

اس معاملے کی تفصیل مختصراً کچھ یوں ہے کہ کیپ ایبل ایشیا کمپنی کے ایک سابق مشہور ڈائیریکٹر جو کہ خود ایک بڑے عالم بھی ہیں اور ان کے کمپنی کے مجموعی کاروبار میں شرحِ تناسب کے لحاظ سے چودہ حصے تھے، کسی وجہ سے جب انہوں نے کمپنی سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہی تو ان کے حصے کو کمپنی کے دیگر ڈائریکٹران نے گویا کہ خرید لیا۔اور اس خریداری کی صورت یہ اختیار کی کہ ان کے جو کمپنی میں چودہ حصے بنتے تھے ان چودہ حصوں میں سے بیس فیصد ان ڈائیریکٹر صاحب کی ذاتی رقم تھی اور اسی فیصد رقم انہوں نے دیگر لوگوں کی لگوائی ہوئی تھی، کمپنی کے ذمہ داران نے یہ کیا کہ ان کے حصے کی اعتباری قیمت اتنی کم لگائی کہ ان کا اپنا بیس فیصد حصہ بالکل ہی ختم کر دیا اور بقیہ اسی فیصد کے برابر رقم لگا کر ان کے حصے کو

۲۰٪ فیصد نقصان سے خرید لیا گویا کہ حصہ کو کم قیمت پر خریدنے کا سارا نقصان ان ڈائریکٹر صاحب پر ڈال دیا اور ان کے واسطے سے دیگر لوگوں کی جو رقوم لگی ہوئی تھیں ان ارباب الاموال کو دیگر ڈائریکٹران نے آپس میں تقسیم کرلیا۔

اس روئیداد کا ثبوت پورے معاہدے کی وہ تحریر ہے جس پر کمپنی کے ذمہ داران کے دستخط بھی موجود ہیں، چنانچہ ذیل میں اس تحریر کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

''آج مؤرخہ ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء بروز بدھ کیپ ایبل انڈسٹری کے ہیڈ آفس میں جو کوالالمپور ملائیشیا میں واقع ہے، اس میں موجود ڈائریکٹر حضرات نے چند امور طے کیے ہیں۔

(۱) تمام حضرات نے .... کے پرزور مطالبے پر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج کے بعد سے کمپنی کے کاروبار جو چائنا میں واقع ہے، کے شریک .... کے ساتھ تمام کاروباری معاملات اور لین دین اور شراکت داری کو ختم کردیا گیا ہے۔

(۲) لہٰذا کمپنی آج کے بعد سے شریک ڈائریکٹر...... کی طرف سے کسی بھی طرح کے لین دین اور کسی بھی طرح کے کاروباری معاملات کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔

(۳) چونکہ...... نے کمپنی کے ساتھ شراکت داری کو اپنی رضامندی سے ختم کیا ہے لہٰذا ...... کی وساطت سے لوگوں کے کمپنی کے ساتھ معاہدے بھی ختم ہوگئے ہیں، اب...... کمپنی کے لیٹر پیڈ پر کمپنی کا نام اور مہر استعمال نہیں کرسکیں گے اور اپنے کو کمپنی کا ڈائریکٹر بھی ظاہر نہیں کرسکیں گے۔

۴۔......صاحب کے کمپنی کے کاروبار میں شرحِ تناسب سے ۱۴/ حصے بنتے ہیں جن کی آج کے کاروبار میں نفع ونقصان کو سامنے رکھتے ہوئے ۲۰٪ فیصد کمی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

۵۔حصص کی قیمت میں ۲۰٪ فیصد کمی کے بعد دیگر شرکاء نے حصص کو خرید لیا ہے اور حصص سے متعلقہ بقیہ افراد کو شرکاء نے رقم کے اعتبار سے تقسیم کرلیا ہے۔'' (تحریری معاہدہ)

واضح رہے کہ اس تحریری معاہدے پر مندرجہ ذیل ڈائریکٹر حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں:

(۱) محمد عمر لالیکا (۲) محمد ناصر لالیکا (۳) محمد ابوبکر (۴) محمد اسامہ ضیاء

(۵) عبداللہ جنید (۶) غلام قادر (۷) عبدالعزیز (۸) محمد اسامہ

(۹) محمد آصف جاوید عرف محمد ابراہیم۔

اس تحریر کے بعد ڈائریکٹر صاحب نے باقاعدہ کمپنی کے ذمہ داران کو ایک خط میں لکھا کہ میں اس طرح نقصان پر بیچنے پر تیار نہیں ہوں، اس خط کا اقتباس درج ذیل ہے:

''آپ حضرات کے دستخط کے ساتھ ایک تحریر موصول ہوئی جو بندہ کی کیپ ایبل انڈسٹری کے ساتھ شراکت داری کو منسوخ کرنے سے متعلق ہے جس کو بندہ نے پڑھا اور سمجھا اور خوب غور وخوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ آپ کے تحریر کردہ امور کو تسلیم کرنا بندہ اور بندہ کے کسٹمرز کے لیے انتہائی نقصان اور انتشار کا باعث ہے لہٰذا بندہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے طے کردہ امور کے ساتھ شراکت داری کی منسوخیت کو تسلیم کرنا بندہ کے لیے ناقابلِ قبول ہے اور بندہ کی پرانی حیثیت (شراکت داری) اب بھی بحال ہے تا آنکہ باہمی رضامندی اور اتفاق سے کوئی اور لائحۂ عمل طے ہو۔ فقط والسلام۔

بندہ............۵/ اگست ۲۰۱۰ء۔

(تحریری خط بنام ذمہ داران کیپ ایبل انڈسٹری)

(تحریرات کی اصل ہمارے پاس محفوظ ہے، ضرورت پڑنے پر دکھائی جاسکتی ہے۔)

(۲) حصے کی کچھ مقدار بصورت نقد بھی ہوتی ہے جس کی بیع شرعاً بیع صرف ہے اور بیع صرف کے جواز کے لیے شرط ہے کہ عوضین پر مجلسِ عقد میں قبضہ کرے، لہٰذا مقدارِ نقد حصہ کے عوض پر مجلسِ عقد میں قبضہ ضروری ہے جب کہ یہاں بائع کو ثمن تین ماہ بعد دیا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اب بعض چیزیں اس کے متعلق قابلِ تحقیق رہ گئیں ان کو بھی عرض کرتا ہوں، ایک یہ کہ بعض شریک حصہ دار اپنا حصہ دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں بدلین کا یداً بید تقابض نہیں ہوتا صرف حساب میں بائع کا نام خارج ہو جاتا ہے دوسرے بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات بدلین کی مقدار برابر ہی نہیں ہوتی مثلاً کسی کا حصہ سو روپے کا ہے وہ ایک سو دس میں فروخت کرتا ہے سو یہاں تماثل وتساوی بھی نہیں سو دوسرے محظور کا تو جواب ظاہر ہے اس لیے کہ بائع دو چیزوں کا مالک ہے ایک تو کھمبوں اور تاروں کا اور عمارت وغیرہ سامان کا دوسرے کچھ روپے کا جو وہاں داخل ہے سو وہ ایک سو دس روپے کے عوض میں نہیں ہے بلکہ کچھ سامان کے عوض میں ہے کچھ روپے کے عوض میں ہے اور جس روپے کے عوض میں ہے وہ غالباً وعادۃً اس کی مقدار ایک سو دس کی نہیں اگر ایک روپیہ بھی کم ہوتو دوسرا محظور لازم نہیں مثلاً وہاں اگر اس بائع کا ایک سو نو روپے ہوتو مشتری کے ایک سو دس روپے میں سے ایک سو نو تو اس ایک سو نو روپے کے مقابلے میں ہو گیا اور ایک روپیہ دوسرے سامان کے عوض میں ہو گیا رہا قصہ تقابض کا سو اس کا ایک حیلہ ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ مشتری بائع سے یوں کہے کہ تمہارا جتنا روپیہ کمپنی میں ہے میں اپنے اس زرِ ثمن میں سے اس قدر دیتا ہوں اور تم اس قرض کا حوالہ اس کمپنی پر کر دو کہ میں اس سے وصول کروں یا کسی کام میں لگا دوں اور جو زرِ ثمن میں اس روپے سے کچھ زیادت ہے اس کے عوض تمہارے حصے کا سامان از قبیلِ عروض خریدتا ہوں اسی حیلے سے وہ محظور بھی دفع ہو گیا البتہ اس پر ایک سوال ہوگا کہ اس ایک روپے کی مقدار تو معلوم نہیں جس کے عوض یہ قرض دیتا ہے تو مجہول کا قرض کیسا؟ اس کا حل منقول تو دیکھا نہیں لیکن قواعد ونظائر میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جہالت مضر نہیں بلکہ صرف وہ جو مفضی الی النزاع ہو اور یہاں یہ احتمال نہیں لہٰذا گنجائش ہوسکتی ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/۴۹۲)

﴿متبادل﴾

شریعت کے دیے ہوئے حق کے مطابق رب المال کو فروخت کرنے میں آزادی دی جائے، چاہے تو باہمی رضامندی سے اپنے حصہ کو مضارب پر بیچے، یا شرکاء میں سے کسی شریک پر بیچے، یا کسی ثالث پر بیچے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ پورا کاروبار ختم ہونے سے پہلے کسی ایک شریک کے نکلنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو۔

اس صورت میں اس نکلنے والے شریک کو طے شدہ شرح کے مطابق نفع مع اصل سرمایہ دے کر علیحدہ کیا جائے۔

مثلاً تین شرکاء ہیں ہر ایک کا سرمایہ ایک ایک لاکھ ہے اور نفع میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک تہائی حصہ طے ہوا تھا، تین مہینوں میں مزید تیس ہزار نفع ہوا اور اب پورا کا پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہے، تو اس نکلنے والے کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دے کر علیحدہ کیا جائے یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

(۲) نکلتے وقت سرمایہ اثاثہ اور سامان کی شکل میں ہے۔

ان اثاثوں کی قیمت لگا کر جتنا حصہ اس نکلنے والے شریک کا بنتا ہے وہ اس کی مرضی سے اسی قیمت پر کمپنی خریدے، یا قدیم شرکاء میں سے کوئی خریدے، یا ان کے علاوہ کوئی نیا آنے والا خریدے، یا شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کرے............

حضرت فرماتے ہیں:

”اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے، جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا

ہے، اس لیے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصے کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے، اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پا سکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہو سکتا ہے یا لیکویڈیشن یعنی اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر کے۔

(اسلامی بینکاری کی بنیادیں، ص:۴۴)

(۳) کچھ نقدی اور کچھ سامان کی صورت میں ہو۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ مقدارِ نقد پر مجلسِ عقد میں قبضہ کرا دیا جائے تا کہ ''عدمِ تقابض فی المجلس'' کی خرابی لازم نہ آئے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۷﴾

بعض مروجہ کمپنیوں میں کئی مضارب آپس میں شریک ہوتے ہیں ان کے ارباب الاموال بعض مرتبہ زیادہ نفع کی لالچ میں مضارب تبدیل کراتے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ کوئی مضارب شرکت ختم کر دیتا ہے تو اس کے ارباب الاموال کمپنی میں اپنا حصہ دوسرے مضارب کو بطورِ مضاربت دیتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں کیونکہ ان صورتوں میں رب المال کا حصہ عروض اور سامان کی شکل میں ہے اور بقول حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم عروض میں حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربہ جائز نہیں، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق جائز ہے، لیکن اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ بوقت عقد ان عروض کی قیمت لگا کر ان کو سرمایہ بنایا جائے۔ چنانچہ فتاوی عثمانی میں عنوان ''نقد کی بجائے مضاربت بالعروض کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''جواب: حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربت بالعروض درست نہیں، الا یہ کہ انہیں بیچ

کرنقد بنالیا جائے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں جائز ہے، اور وقتِ عقد عروض (سامان) کی قیمت کو رأس مال المضاربہ قرار دیا جائے گا (الانصاف للمرداوی ۵/۴۰۹)

حاجت کے وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرکت بالعروض میں مالکیہ کا قول اختیار کرنے کی گنجائش دی ہے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۵) یہ گنجائش یہاں بھی ہوسکتی ہے (فتاوی عثمانی ۳/ ۳۸،۳۹)

المیہ

کیا آج تک امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق کسی ایک کمپنی میں بھی اس جواز کی صورت پر اب تک عمل ہوا ہے؟ اور کسی کو اب تک اس پر عمل کرنے کا خیال آیا ہے؟

بلکہ ان کمپنیوں میں روزانہ متعدد ارباب الاموال کی آمد ورفت کے مروجہ طریقہ کی وجہ سے اس پر عمل مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔

﴿متبادل﴾

تبدیلیِ مضارب کی صورت میں دوسرے مضارب سے عقد کے وقت اگر حصہ اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر اس کو رأس المال بنایا جائے تو جائز ہے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب کمپنیوں میں نئے ارباب الاموال کی شرکت کے لیے معتد بہ مدت کے بعد کوئی وقت مقرر کیا جائے، اور اس مقررہ مدت سے قبل کسی نئے آنے والے کو شریک نہ کیا جائے، تاکہ اثاثہ جات کی قیمت لگانا ممکن ہوسکے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۸﴾

مروجہ بعض کمپنیوں کے بارے میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ان کمپنیوں کے وہ شرکاء جو ارباب الاموال کے مضاربین یعنی ڈائریکٹرز ہیں، کے پاس نئے ارباب الاموال جو رقوم جمع کراتے ہیں، اکثر انہی رقوم میں سے یہ گذشتہ ماہ کے شرکاء اور ارباب الاموال کو نفع دیتے ہیں۔

اس صورت کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ جب مضارب نے کاروبار میں لگانے سے قبل رب المال کا سرمایہ جو اس کے ہاتھ میں امانت ہے، دوسری جگہ خرچ کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مضارب نے پورا سرمایہ اپنے ذاتی کاموں میں خرچ کیا، اور اس رقم سے کوئی کمائی نہیں کی، البتہ اپنی طرف سے رب المال کو نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مضارب اس خیانت کی وجہ سے گناہ گار ہے اور سرمایہ کا ضامن ہے، اور اس پر واجب ہے کہ اس گناہ سے توبہ کرے اور رب المال کو پورا سرمایہ واپس کردے۔

رب المال کو اگر اس خیانت کا علم ہے تو اس کے لیے نفع کے نام سے رقم لینا ناجائز اور حرام ہے، اور لی ہوئی رقم مضارب کو واپس کرنا واجب ہے، اور علم نہ ہونے کی صورت میں معذور ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان "روپیہ بنام تجارت گرفتن و تجارت الخ" کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

> سوال نمبر ۴۲۸: اگر کسی شخص سے روپیہ اس واسطے لیا گیا ہو کہ تجارت کریں گے اور وہ روپیہ تجارت میں لینے والے نے نہیں لگایا بلکہ اپنے کام میں صرف کرلیا گیا، سال تمام میں لینے والا اس کو کچھ روپیہ دیدے کہ یہ نفع کی بابت ہے اور روپیہ والے کو اس کی خبر نہ ہو تو وہ نفع کی بابت روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟
>
> الجواب: بے خبری میں معذور ہے لیکن خبر ہونے کی صورت میں لینا جائز نہیں اور جس نے یہ دھوکہ دیا ہے اس کو ہر حال میں گناہ ہوا، اور اس کو اس کا نفع حلال نہیں، اور وہ مقروض ہے، مال والے کا روپیہ واپس کرنا اس کو واجب ہے۔
>
> ۱۲/شعبان ۱۳۳۱ھ (امداد الفتاوی ۳/۴۲۱)

قال الامام النسفی رحمه الله تعالیٰ: كتاب المضاربة هي شركة بمال من جانب و عمل من جانب و المضارب أمين و بالتصرف وكيل و بالربح شريك و بالفساد أجير و بالخلاف غاصب (البحر الرائق ۷/ ۲٦۳)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: (كتاب المضاربة (هی)....(عقد شركة فی الربح بمال من جانب) رب المال (و عمل من جانب) المضارب (و ركنها الايجاب و القبول و حكمها) انواع لأنها (ايداع ابتداء) و من حيل الضمان أن يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم و بما أقرضه على أن يعملا و الربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه (و توكيل مع العمل) لتصرفه بأمره (و شركة ان ربح و غصب ان خالف و ان أجاز) رب المال (بعده) لصيرورته غاصبا بالمخالفة(الشامية ٥/ ٦٤٥،٦٤٦)

و قال العلامة الرافعی رحمه الله تعالیٰ: (قول المصنف: ايداع ابتداء) أی فقط فلا ينافی أنها كذلك بقاء و المراد بالايداع الأمانة و يدل عليه قول الكنز و المضارب أمين و بالتصرف الخ لا حقيقة الايداع (التقريرات ٢٤٠، الشامية:٥)

و قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : (لا) يملك (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيك) اذ الشیء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلك) أی اعمل برأيك لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فی التعميم (ما لم ينص) المالك (عليهما) فيملكهما و ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشترى بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلك فهو متطوع) لأنه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة(الشامية ٥/ ٦٤٩، ٦٥٠)

(۲) مضارب نے خیانت اور غصب کے بعد اس سرمایہ سے کمائی کی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ ساری کمائی ارباح فاسدہ میں داخل اور حرام ہے، مضارب پر واجب ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ یہ پوری کمائی بھی رب المال کو واپس کردے۔ رب المال کے لیے اصل سرمایہ کے ساتھ اس کمائی اور نفع کا لینا اور استعمال کرنا جائز اور حلال ہے۔

(وَهـٰذَا الخُبثُ يُعمَلُ فِيمَا يَتَعَيَّنُ) وَهُوَ الكُرُّ لَا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ كَالأَلفِ مَثَلًا (فَيَكُونُ سَبِيلُهُ التَّصَدُّقَ فِي رِوَايَةٍ وَيَرُدُّهُ عَلَيهِ فِي رِوَايَةٍ) أُخرَى (وَهِيَ الأَصَحُّ لِأَنَّ الخُبثَ لَحِقَ الأَصِيلَ) لَا لِحَقِ الشَّرعِ فَيَرُدُّهُ إِلَيهِ لِيَصِلَ إِلَى حَقِّهِ (لِأَنَّ الحَقَّ لَهُ)

وَهَذَا يُفِيدُ أَنَّهُ يَطِيبُ لَهُ فَقِيرًا كَانَ أَو غَنِيًّا، وَفِيهِ رِوَايَتَانِ وَالأَوجَهُ طِيبُهُ لَهُ وَإِن كَانَ غَنِيًّا لِمَا ذَكَرنَا مِن أَنَّ الحَقَّ لَهُ (إِلَّا أَنَّهُ استِحبَابٌ لَا جَبرٌ) لِأَنَّ المِلكَ لِلكَفِيلِ. وَاعلَم أَنَّهُ تَكَرَّرَ فِي هَذِهِ المَسأَلَةِ مُقَابَلَةُ الِاستِحبَابِ بِالحُكمِ فَقَالَ أَوّلاً أَحَبُّ إِلَيَّ أَن يَرُدَّهُ وَلَا يَجِبُ فِي الحُكمِ : أَي فِي القَضَاءِ.

وَثَانِيًا لَكِنَّهُ استِحبَابٌ لَا جَبرٌ : يَعنِي لَا يُجبِرُهُ الحَاكِمُ عَلَى ذَلِكَ فَإِذَا كَانَ المُرَادُ بِالِاستِحبَابِ مَا يُقَابِلُ جَبرَ القَاضِي يَكُونُ المَعنَى لَا يُجبِرُهُ القَاضِي وَلَكِن يَفعَلُهُ هُوَ وَلَا يَلزَمُ مِن عَدَمِ جَبرِ القَاضِي عَدَمُ الوُجُوبِ فِيمَا بَينَهُ وَبَينَ اللّهِ تَعَالَى إِذ قَد عُرِفَ أَنَّ المُرَادَ بِالِاستِحبَابِ عَدَمُ جَبرِ القَاضِي عَلَيهِ فَجَازَ أَن يَكُونَ وَاجِبًا فِيمَا بَينَهُ وَبَينَ اللّهِ تَعَالَى وَهُوَ مُستَحَبٌّ فِي القَضَاءِ غَيرُ مَجبُورٍ عَلَيهِ وَالعِبَارَةُ المَنقُولَةُ عَن فَخرِ الإِسلَامِ فِي وَجهِ قَولِ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الِاستِحسَانُ .قَالَ : وَوَجهُ الِاستِحسَانِ أَنَّ مَا قَبَضَهُ الكَفِيلُ مَملُوكٌ لَهُ مِلكًا فَاسِدًا مِن وَجهٍ فَإِنَّ لِلأَصِيلِ استِردَادَهُ حَالَ قِيَامِ الكَفَالَةِ بِقَضَائِهِ بِنَفسِهِ وَاستِردَادُ المَقبُوضِ حَالَ قِيَامِ العَقدِ حُكمُ مِلكٍ فَاسِدٍ كَمَا فِي البَيعِ الفَاسِدِ وَإِنَّمَا قُلنَا: حَالَ قِيَامِ الكَفَالَةِ لِأَنَّ الكَفَالَةَ لَا تَبطُلُ بِأَدَاءِ الأَصِيلِ وَلَكِن تَنتَهِي كَمَا لَو أَدَّى الكَفِيلُ بِنَفسِهِ فَكَانَ المَقبُوضُ مِلكًا فَاسِدًا مِن وَجهٍ صَحِيحًا مِن وَجهٍ وَلَو كَانَ فَاسِدًا مِن كُلِّ وَجهٍ بِأَن اشتَرَى مَكِيلًا أَو مَوزُونًا مِلكًا فَاسِدًا وَرَبِحَ فِيهِ يَجِبُ التَّصَدُّقُ بِالرِّبحِ أَو الرَّدُّ عَلَى المَالِكِ لِأَنَّ الخُبثَ كَانَ لَحِقَهُ فَيَزُولُ بِالرَّدِّ عَلَيهِ كَالغَاصِبِ إِذَا أَجَّرَ المَغصُوبَ ثُمَّ رَدَّهُ فَإِنَّ الأَجرَ لَهُ يَتَصَدَّقُ بِهِ أَو يَرُدُّهُ عَلَى المَغصُوبِ مِنهُ فَكَذَا فِي المِلكِ الفَاسِدِ مِن كُلِّ وَجهٍ .وَلَو كَانَ المِلكُ صَحِيحًا مِن كُلِّ وَجهٍ لَا يَجِبُ التَّصَدُّقُ بِالرِّبحِ وَلَا رَدُّهُ فَإِذَا فَسَدَ مِن وَجهٍ وَصَحَّ مِن وَجهٍ يَجِبُ التَّصَدُّقُ أَو الرَّدُّ عَلَى الأَصِيلِ عَمَلًا بِالشَّبَهَينِ بِقَدرِ الإِمكَانِ ظَاهِرَةً فِي وُجُوبِ رَدِّهِ فِيمَا بَينَهُ وَبَينَ اللّهِ تَعَالَى أَو التَّصَدُّقِ بِهِ غَيرَ أَنَّهُ تَرَجَّحَ الرَّدُّ هَذَا كُلُّهُ إِذَا أَعطَاهُ عَلَى وَجهِ القَضَاءِ فَلَو أَعطَاهُ عَلَى وَجهِ الرِّسَالَةِ إِلَى الطَّالِبِ فَتَصَرَّفَ وَرَبِحَ صَارَ مُحَمَّدٌ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي

أَنَّـهُ لا يَـطِيبُ لَهُ الرِّبحُ وَطَابَ لَهُ عِندَ أَبِی يُوسُفَ لِمَا عُرِفَ فِيمَن غَصَبَ مِن إنسَانٍ مَـالًا وَرَبِحَ فِيهِ يَتَصَدَّقُ بِالفَضلِ فِی قَولِهِمَا لِأَنَّهُ استَفَادَهُ مِن أَصلٍ خَبِيثٍ وَيَطِيبُ لَهُ فِی قَولِ أَبِی يُوسُفَ مُستَدِلًّا بِحَدِيثِ ''الخَرَاجُ بِالضَّمَان'' .

(فتح القدير ٧ / ١٩٦، ١٩٧، ط: رشيديه ، كوئٹه)

﴿متبادل﴾

ہر رب المال سے صراحۃً اقراض کی اجازت لی جائے۔

و قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : (لا) يملک (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيک) اذ الشیء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلک) أی اعمل برأيک لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فی التعميم (ما لم ينص) المالک (عليهما) فيملكهما و ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشتری بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلک فهو متطوع) لأنه لا يملک الاستدانة بهذه المقالة(الشامية ٥ / ٦٤٩، ٦٥٠)

﴿ناجائز امر نمبر۹﴾

مضارب کے لیے اصل سرمایہ سے زیادہ قرض لے کر کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں، جبکہ مروجہ کئی تجارتی ادارے اصل سرمایہ سے زیادہ سامان ادھار پر لے کر کاروبار کرتے ہیں۔

﴿متبادل﴾

اگر ارباب الاموال کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ نقصان کی صورت میں اس ادھار کا نفع بھی تم کو ملے گا اور نقصان بھی تم پر ہی پڑے گا تو پھر یہ جائز ہے اگر صراحۃً اجازت لی جائے۔

﴿دوسری بات کی تفصیل﴾

عقدِ شرکت اور مضاربت کے صحیح ہونے کے بعد شرکت کے جواز کے لیے درج ذیل امور کا اطمینان اور یقین حاصل کرنا بھی ضروری ہے ورنہ رقم لگانا ناجائز ہوگا۔

(۱) کمپنی عوام سے جو رقوم لے رہی ہے وہ واقعۃً کسی حقیقی کاروبار میں بھی لگا رہی ہو۔

(۲) وہ کاروبار جائز بھی ہو۔

(۳) روزمرہ کے خرید و فروخت کے معاملات بھی شریعت کے مطابق ہوں۔

(۴) نفع کی تقسیم کا طریقہ کار بھی شریعت کے مطابق درست ہو۔

چنانچہ جامعۃ الرشید کے دارالافتاء سے ایک تحریر اس طرح کی بعض کمپنیوں سے متعلق ''۲۳/فروری ۲۰۱۲ء'' کے ضربِ مؤمن میں شائع ہوئی ہے، اس کے آخر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے: ''دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے بھی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق فتاویٰ جاری ہوئے ہیں''۔

گویا یہ تحریر جامعۃ الرشید اور دارالعلوم کراچی کی متفق علیہ ہے، اس تحریر میں ہے:

> ''محض مضاربت نامہ اور شراکت نامے کے صحیح ہونے سے کسی متعین کمپنی یا اس کے کسی متعین کاروبار کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ یہ اطمینان نہ ہو کہ کمپنی عوام سے جو رقوم لے رہی ہے وہ کسی جائز کاروبار میں بھی لگا رہی ہے، روزمرہ کے معاملات شریعت کے مطابق انجام دیتی ہے اور نفع کے تقسیم کا طریقہ کار بھی شریعت کے مطابق ہے، یہ سب باتیں معلوم کرنے کے لیے کمپنی کا مکمل جائزہ لیا جانا ضروری ہے''۔انتہی۔

ان امور کا اطمینان اور یقین اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ ہر شخص خود یا ایسے مستند مفتیانِ کرام جن کی کمپنی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی مصلحت وابستہ نہیں ہے، میں سے کوئی ایک یا دو مفتیانِ کرام اور متدین تجار میں سے کم از کم دو تاجر، ان کے پورے سرمایہ کے مطابق کاروبار کا مشاہدہ کر کے اور جائزہ لے کر اظہارِ اطمینان کر لیں، صرف جزوی کاروبار دکھانے اور بتانے سے اس کا اطمینان اور یقین ہرگز نہیں

ہوسکتا کہ پورا سرمایہ حقیقی کاروبار میں لگا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ آج کل کیپ ایبل ایشیا سمیت اس جیسی دیگر جتنی بھی کمپنیاں ہیں اولاً تو اپنا کل سرمایہ بتاتی ہی نہیں بلکہ پوچھنے پر ناراض ہوتے ہیں اور نہ کاروبار کی وضاحت کرتی ہیں اور اگر کبھی بعض مصالح کی وجہ سے کاروبار کی وضاحت کر بھی دیں تو وضاحت مبہم مجمل غیر واضح اور ناقابل اطمینان ہوتی ہے چہ جائیکہ کسی مستند دارالافتاء سے شرعاً اپنے مکمل کاروبار کے جواز کی سند حاصل کریں۔ جیسے جامعۃ الرشید کی ایک تحریر جو ضرب مؤمن میں شائع ہوئی ہے، سے واضح ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''کمپنی کے لوگوں نے ہم سے درخواست کی تھی مگر پھر وہ درخواست واپس لے لی اس لیے اگر کمپنی سے وابستہ کچھ لوگ ہماری طرف جواز کے فتویٰ یا کمپنی کی شرعی نگرانی کی نسبت کررہے ہیں تو وہ خلافِ واقعہ ہے۔''

لہٰذا جب تک کاروبار سرمائے کے مطابق دکھا کر اطمینان نہیں کرایا جاتا تو اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے۔

روزمرہ کے معاملات کے اطمینان کے لیے تو طویل وقت چاہیے کہ محقق مفتیانِ کرام کے سامنے حقیقی خرید وفروخت کے سارے معاملات پیش کریں بلکہ ان سے وقت لے کر ان کو یہ معاملات عملاً دکھائیں کہ ہم اس اس طرح فلاں چیز خریدتے اور اس اس طرح بیچتے ہیں، کم از کم سرمائے کے مطابق گزشتہ تین ماہ کے خرید وفروخت کے اصلی کاغذات (ڈاکومنٹ) دکھائیں۔

نیز معاہدے کے مطابق تقسیمِ منافع کا عملی ثبوت پیش کریں کہ واقعۃً یہ حقیقی منافع ہی ہیں جو ہم تقسیم کررہے ہیں۔

اس جیسی کمپنیوں سے متعلق تین چار سال تحقیقات اور وضاحتیں حاصل کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ سب پونزی اسکیم کا حصہ ہیں جس میں حقیقی کاروبار یا تو ہوتا ہی نہیں اور اگر ہوتا ہے تو وہ بھی برائے نام۔ اس اسکیم میں جو سرمایہ لیا جاتا ہے اسی میں سے مقررہ مدت میں نفع کے عنوان سے کچھ نہ

کچھ تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک نئے سرمایہ دار سرمایہ کاری کے نام پر اپنے خون پسینے کی کمائی ان کے حوالے کرتے رہیں تجربہ شاہد ہے کہ جب سرمایہ کاری بند ہوتی ہے تو یہ کمپنیاں خود بخود دفنا ہو جاتی ہیں اور لوگوں کے لیے سوائے کفِ افسوس ملنے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

پونزی اسکیم کی مختصر وضاحت اسی کتاب ''مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت'' کے آخر میں اور تفصیل درج ذیل ویب سائٹس پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Ponzi_scheme

http://en.wikipedia.org/wiki/Charles_Ponzi

http://en.wikipedia.org/wiki/List_of_Ponzi_schemes

http://en.wikipedia.org/wiki/Double_Shah

الحاصل: کیپ ایبل ایشیا، ڈبل شاہ وغیرہ کمپنیوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک ان میں ان دو باتوں کی اصلاح نہ کروائی جائے، ان میں رقم لگانا، ناجائز اور منافع کے نام سے رقم لینا حرام ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم.[النساء:۲۹]

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق (یعنی غیر مباح) طور پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو (بشرطیکہ اس میں اور بھی شرائطِ شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں''۔ اور آپ ﷺ نے تو مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے بھی منع فرمایا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

و عن النعمان بن بشیر قال: قال رسول اللہ ﷺ: الحلال بین و الحرام بین و بینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرأ لدینہ و عرضہ و من وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیہ ألا و إن لکل ملک حمی ألا و إن حمی اللہ محارمہ ألا و

إن فی الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسد كله ألا و هی القلب. متفق عليه. (مشكوة المصابيح ٢٤١)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کر دیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن وتشنیع کرے گا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں، جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمال خیر اور حسن اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے''۔

تنبیہ نمبر ۱ : آج کل کی مروجہ تقریباً تمام کمپنیوں کے ذمہ داران سے جب ان کے کل سرمایہ اور اس کے ساتھ اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کی نسبت کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو کمپنی مالکان یہ جواب دیتے ہیں کہ ان چیزوں سے متعلق تحقیق اور پوچھنے کا نہ آپ کو حق حاصل ہے اور نہ ہی ہمارے ذمہ اس کا بتلانا ضروری ہے، بلکہ یہ بزنس کے اصول کے خلاف ہے۔

کمپنی کے ذمہ داران کا یہ کہنا خلافِ شرع اور باطل ہے، کیونکہ نفع اور نقصان کی تقسیم کے لیے کل سرمایہ کا اور اس کے ساتھ ہر شریک کی جو نسبت ہے اس کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ علم جس طرح شریکِ عمیل (کام کرنے والے) کے لیے ضروری ہے اسی طرح شریکِ غیر عمیل (کام نہ کرنے

والے) کے لیے بھی ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان دونوں کی تفصیل اس کے سامنے ہو اور مستقبل میں کسی قسم کے نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ نہ رہے۔

نیز چونکہ یہ عقود معاملات کے قبیل سے ہیں، جس میں ''تعاملوا کالأجانب''کو پیشِ نظر رکھ کر ایسا صاف اور واضح معاملہ ہونا چاہیے جس میں کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ رہے۔ لہٰذا بعض کا یہ کہنا کہ'' ہمیں اپنے شریک وعمیل پر اعتماد اور بھروسہ ہے، اس لیے کل سرمایہ کا علم ہمارے لیے ضروری نہیں'' چنداں مفید نہیں کیونکہ عقودِ مالیہ میں اگر فقط باہمی اعتماد اور بھروسہ ہی کافی ہوتا تو کتابت اور حضورِ شاہدانِ عدل منصوص نہ ہوتا، بلکہ مبسوط کی عبارت کے پیشِ نظر تو یہ بھی ضروری ہے کہ صرف زبانی بتانے پر اکتفا کے بجائے تحریر میں سرمایہ کی پوری تفصیل لائی جائے تاکہ بوقتِ نزاع اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

مزید برآں وہ مضارب جو شریکِ عمیل بھی ہے، پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنا لگایا ہوا سرمایہ بھی دوسرے شرکاء کو یقینی بنیادوں پر بتلائے۔

لہٰذا ان مضاربین پر لازم ہے کہ وہ اپنے ذاتی سرمائے کی مقدار بھی دوسرے شرکاء کو بتائیں، اگر زبانی مقدار بتانے سے کسی کو اطمینان نہ ہو رہا ہو تو اس پر گواہ پیش کر کے ان کو یقین دہانی کرائیں جیسا کہ آخر میں پیش کردہ بدائع الصنائع، فتح القدیر اور شامیہ کی عبارت میں مصرح ہے۔

قال العلامة السرخسی رحمه الله تعالی : ثم یبین مقدار رأس مال کل واحد منهما ؛ لأن عند القسمة لا بد من تحصیل رأس مال کل واحد منهما لیظهر الربح فلا بد من إعلام ذلک فی کتاب الشرکة لیرجعا إلیه عند المنازعة .(المبسوط ۱۱/۱۶۸،ط:رشیدیه)

قال العلامة الکاسانی رحمه الله تعالی :و أما العلم بمقدار رأس المال وقت العقد فلیس بشرط لجواز الشرکة بالأموال عندنا و عند الشافعی رحمه الله شرط وجه قوله : إن جهالة قدر رأس المال تؤدی إلی جهالة الربح و العلم

بمقدار الربح شرط جواز هذا العقد فكان العلم بمقدار رأس المال شرطا ولنا: أن الجهالة لا تمنع جواز العقد لعينها بل لإفضائها إلى المنازعة و جهالة رأس المال وقت العقد لا تفضى إلى المنازعة لأنه يعلم مقداره ظاهرا و غالبا لأن الدراهم و الدنانير توزنان وقت الشراء فيعلم مقدارها فلا يؤدى إلى جهالة مقدار الربح وقت القسمة .(بدائع الصنائع ٥/٨٤،ط:رشيديه جديد)

اس عبارت کے تحت حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: خط کشیدہ جملے سے صاف واضح ہے کہ پورے رأس المال کا معلوم ہونا نفع کی تقسیم کے وقت ضروری ہے تاکہ اس کے مطابق طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کیا جاسکے۔(غیر سودی بینکاری : ۳۲۵)

قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى :لو دفع إلى رجل ألفا وقال : أخرج مثلها واشتر بها وبع فما ربحت فهو بيننا ففعل صح إلا أنه لا بد أن يقيم البينة أنه فعل .(فتح القدير ٦/١٥٧،ط:رشيديه)

قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى : لو دفع إلى رجل ألف درهم فقال له اخرج مثلها و اشتر بهما و بع فما ربحت يكون بيننا فأقام المأمور البينة إنه فعل ذلک جاز.(بدائع الصنائع ٥/٧٩،ط:رشيديه جديد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : لو دفع إلى رجل ألفا وقال أخرج مثلها واشتر بها والحاصل بيننا أنصافا ولم يكن المال حاضرا وقت الشركة فبرهن المأمور على أنه فعل ذلک وأحضر المال وقت الشراء جاز بحر عن البزازية ومثله فى الفتح وغيره لكن نقل فى البحر أيضا عن القنية ما يفيد فسادها بالافتراق بلا دفع ثم انعقادها وقت حضور المال .

(الشامية ٦/٤٧٧،ط:رشيديه)

تنبیہ نمبر۲: واضح رہے کہ مذکورہ بالا شرعی مفاسد آج کل اس قسم کی مروجہ تقریباً تمام ہی کمپنیوں میں پائے جاتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی نام سے کاروبار کریں محض نام کی تبدیلی سے کاروبار حلال نہیں ہو

جاتا۔ جب تک کاروبار کے مجموعی ڈھانچے کوشرعی بنیادوں پر کھڑانہ کردیا جائے۔

درج ذیل کمپنیاں بھی اب تک ہماری معلومات کے مطابق پونزی اسکیم کا حصہ ہیں اوران میں بھی شرکت ناجائزاورمنافع حرام ہیں۔

(۱) ایم ایم قریشی

(۲) الیگزگروپ آف کمپنیز

(۳) آصف جاوید ٹریڈنگ کمپنی

(۴) پاک ویز

(۵) الغفارایسوسی ایشن

(۶) حبیب کارپوریشن

(۷) گرین سوئیز کارپوریشن (جوجنریٹر کے کاروبار کے مدعی ہیں)

(۸) میزبان ٹریڈنگ کمپنی

(۹) المسلم ٹریڈنگ کمپنی

(۱۰) مسیحا انٹرپرائز

(۱۱) ڈبل شاہ

(۱۲) شفیق کیبل مرچنٹ

(۱۳) شفیق انٹرپرائز

لٰہذا یہ اوران جیسی دیگر نوزائیدہ کوئی کمپنی یہ دعویٰ کرے کہ عدمِ جواز کا فتویٰ ہم سے متعلق نہیں تو یہ دعویٰ اس وقت قبول کیا جائے جب یہ لوگ مستند اور ماہر مفتیانِ کرام سے اپنے کاروبار کے مکمل طریقہ کار کے جواز کا فتویٰ دکھائیں۔

﴿مضاربہ نامہ﴾

﴿مضاربہ کے بنیادی اصول﴾

مضاربہ فارم پُر کرنے سے پہلے درج ذیل اصول پیش نظر رہیں تا کہ مضاربہ شرعی بنیادوں پر ہو سکے۔

(۱) مضاربت میں ایک فریق مال لگاتا ہے، دوسرا عمل کرتا ہے، مال دینے والے کو رب المال اور عمل کرنے والے کو مضارب کہا جاتا ہے۔

(۲) صحتِ مضاربت کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کا حصہ حاصل شدہ نفع میں فیصد کے اعتبار سے مقرر ہو، نہ کہ رأس المال کی نسبت سے، کسی کے لیے سرمایہ کے تناسب سے نفع طے کرنا کہ کل سرمایہ کا اتنا فیصد نفع ملے گا جائز نہیں۔

(۳) مضارب کاروبار میں مال خرچ کرنے کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا رب المال (مؤکل) کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

مضاربتِ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ نفع ونقصان سارا کا سارا رب المال کا ہوگا اور مضارب کو اجر مثل ملے گا، بشرطیکہ وہ اجر مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ نہ ہو، اگر اجرِ مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ بن رہا ہو تو نفع ہی ملے گا نہ کہ اجر مثل، اور نقصان کی صورت میں صرف اجرِ مثل ملے گا۔

(۴) مضارب کے لیے طے شدہ نفع کے علاوہ کسی عمل کی اجرت لینا جائز نہیں۔

(۵) کام صرف مضارب کرے گا، رب المال کے لیے اس کے ساتھ مل کام کرنے کی شرط لگانا جائز نہیں، البتہ تبرعاً اور مفت مضارب کی اجازت سے کام کر سکتا ہے۔

(۶) اگر مضارب کی کوتاہی یا تعدی کے بغیر سرمایہ کلی یا جزوی طور پر ضائع ہو جائے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو مضارب اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کی کوتاہی یا تعدی سیہ صورتیں پیش

آجائیں تو مضارب ضامن ہوگا۔

(۷) سرمایہ کاروبار میں خرچ کرنے سے پہلے مضارب کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے اور امانت کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جس کاروبار کے لیے سرمایہ لیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے اگر مضارب نے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے کاروبار یا ذاتی کام وغیرہ میں لگا دیا تو غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق اب مضارب ہی سے ہوگا، رب المال کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا نقصان کی صورت میں سارا نقصان مضارب کا ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا البتہ غصب کی وجہ سے یہ منافع حرام ہیں، اس لیے نفع کی صورت میں مضارب پر لازم ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ ان تمام منافع کو بھی رب المال کے حوالے کر دے۔

اگر مضارب نے سرمایہ کسی کاروبار میں نہیں لگایا بلکہ اس سے اپنے قرضے اور دیون ادا کیے جس کے نتیجے میں نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا پھر بھی وہ رب المال کو ہر ماہ نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا تو رب المال کے لیے یہ نفع حلال نہیں، اگر لیا تو مضارب کو واپس کرنا واجب ہے، البتہ اگر مضارب کی خیانت کا اسے علم نہیں تو معذور ہے۔

(۸) مضاربت میں سرمایہ کا عین ہونا ضروری ہے، اگر کل یا بعض سرمایہ منفعت ہو تو مضاربت جائز نہیں، مثلاً دو رب المال ہیں ایک کا سرمایہ نقد اور دوسرے کا سرمایہ دکان کی منفعت ہے ان دونوں نے کسی تیسرے کو مضاربت پر دونوں چیزیں دے دیں تو یہ جائز نہیں۔

(۹) اگر مضارب متعدد افراد سے مضاربت پر سرمایہ وصول کرتا ہے تو اس صورت میں تمام ارباب الاموال کے درمیان شرکت عنان کا معاملہ وجود میں آجاتا ہے لہٰذا ایسا کاروبار شروع ہونے کے بعد اگر کوئی نیا رب المال کاروبار میں شریک ہونا چاہے یا قدیم ارباب الاموال میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کا حصہ عروض اور سامان کی صورت میں ہے اور جدید شرکاء کی طرف سے نقد رقم ہے اس لیے بوقتِ عقد قدیم شرکاء کے منجمد اثاثوں اور سامان تجارت کی بازاری

قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر مضارب کو رب المال نے اپنے سرمایہ سے زیادہ کاروبار کی اجازت نہیں دی پھر بھی اس نے سرمایہ سے زائد کاروبار کیا تو اس زائد کاروبار کا نفع اور نقصان دونوں مضارب ہی کے ہوں گے۔ اگر اجازت دی تو زائد کاروبار میں ان کی آپس میں ایک نئی شرکت وجود میں آجائے گی جس کو اصطلاح میں ''شرکتِ وجوہ'' کہا جاتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ضمان کی نسبت سے ہوں گے، لہٰذا اگر زائد کاروبار میں ضمان کی نسبت طے ہوگئی تو زائد کاروبار کا نفع اور نقصان بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوگا، اگر اجازت دیتے وقت ضمان کی نسبت طے نہ ہوئی تو دونوں پر ضمان برابر (پچاس پچاس فیصد) آئے گا اور نفع بھی برابر برابر تقسیم ہوگا، خواہ اصل عقدِ مضاربت میں شرح نفع کچھ بھی ہو۔ غرض اس زائد کاروبار کے نفع کا اصل عقد مضاربت کے نفع کے تناسب سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس زائد کاروبار میں اگر نقصان ہوا تو نقصان مضارب پر بھی ضمان کی بقدر آئے گا۔

مثلاً رب المال نے مضارب کو دس لاکھ کا سرمایہ دے کر عقد مضاربت کیا اور شرح نفع رب المال کے لیے تیس فیصد اور مضارب کے لیے ستر فیصد طے ہوئی، اور رب المال نے مضارب کو یہ اجازت بھی دی کہ آپ سرمایہ سے زائد دس لاکھ تک کاروبار کر سکتے ہیں اور اس اضافی دس لاکھ کے کاروبار میں سے چار لاکھ کا ضمان مجھ پر ہوگا اور چھ لاکھ کا ضمان آپ پر اور مضارب اس پر راضی بھی ہوا، تو اس صورت میں اصل کاروبار کے منافع تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور زائد کاروبار کے منافع چالیس اور ساٹھ فیصد کی نسبت سے تقسیم ہوں گے، اور نقصان کی صورت میں اصل عقد مضاربت کا نقصان تو فقط رب المال کے ذمے آئے گا جبکہ اس زائد کاروبار کا نقصان چالیس اور ساٹھ فیصد کے تناسب سے رب المال اور مضارب دونوں پر آئے گا، اسی طرح اگر رب المال نے زائد کاروبار کے پورے ضمان کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس زائد کاروبار کا پورا نفع ونقصان دونوں صرف اسی کے ذمہ ہوگا۔ اگر انہوں نے ضمان کی نسبت طے نہیں کی تو اصل عقدِ مضاربت کے منافع تو تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور نقصان فقط رب المال پر آئے گا جبکہ اس زائد کاروبار کے نفع اور

نقصان دونوں برابر برابر ہوں گے۔

نوٹ: عقد مضاربت اور اس شرکت وجوہ دونوں کے سرمایہ کے تناسب کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان کا ٹھیک ٹھیک تعین ہو سکے۔

(۱۱) رب المال کی صریح اجازت کے بغیر مضارب نہ مالِ مضاربت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مضاربت کے کاوربار کے لیے قرض لے سکتا ہے، البتہ اس کی اجازت سے دوسروں کو قرض دے سکتا ہے، اور باجازت قرض لینے میں یہ تفصیل ہے کہ لینے کے بعد اگر رب المال کے حوالہ کردیا تو اس قرض کی ادائیگی اور اس کا نفع ونقصان سب رب المال کے ذمہ ہوگا ورنہ مضارب کے ذمہ ہوگا۔ البتہ اگر رب المال نے قبضہ کے بعد مضارب کو بطور مضاربت واپس دیا تو اس پر مضاربت کے احکام اصول (نمبر۹) کے مطابق جاری ہوں گے۔

(وضاحت) : اس عقد میں رب المال کو فریق اول جبکہ مضارب کو فریق ثانی کہا جائے گا۔

﴿عقد مضاربت شرائط اور تفصیلات﴾

(۱) آج مورخہ.......... کو فریق اول مسمی .... ولد.......... شناختی کارڈ نمبر..............

ساکن .... نے فریق ثانی مسمی .... ولد .... شناختی کارڈ نمبر ....

ساکن.................. کو مبلغ.............. پاکستانی روپے بطور مضاربت دیے۔

فریق ثانی (اگر شریک بھی ہے تو اس) کا سرمایہ مبلغ...... ہے اور کل کاروبار کا سرمایہ مبلغ...... ہے۔

تنبیہ: ہر ماہ کاروبار کے کل سرمایہ کی زیادتی اور کمی اور اس وقت آپ کے حصہ کا تعین منتظم کے دستخط کے ساتھ آپ کو بتایا جائے گا۔

(۲) نفع میں سے.......... فیصد رب المال کا اور.......... فیصد مضارب کا ہوگا۔

(۳) نقصان کو اولاً نفع سے پورا کیا جائے گا، نفع نہ ہونے یا نقصان سے کم ہونے کی صورت میں اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا، نیز شق نمبر ۱۰ کی تفصیلات کے مطابق فریق اول نے جس قدر ادھار

خریداری کی اجازت دی ہے اس قدر سرمایہ سے زائد نقصان بھی فریق اول کے ذمہ ہوگا۔

(۴) ....سال سے پہلے کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یہ عقد مضاربت ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(۵) مدت مضاربت ختم ہونے سے قبل باہمی رضامندی سے عقد مضاربت ختم کرنے یا مدت ختم ہونے کے بعد سرمایہ کا تصفیہ کیا جائے گا، جس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں، تصفیہ عملاً وجود میں آنے سے قبل مضاربت برقرار رہے گی، لہٰذا فریق اول کو ان ایام کا نفع بھی ملے گا۔

(الف) فریق اول فریق ثانی کو اپنا حصہ بیچ دے۔

(ب) فریق اول اپنے اثاثے باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو فروخت کردے، اس صورت میں وہ شخص فریق اول کی جگہ رب المال کی حیثیت میں آجائے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط وتفصیلات ہوں گی جو اس وقت فریق اول مذکور کے ساتھ ہیں۔

(ج) اگر ارباب الاموال کئی ہیں تو فریق اول اپنے اثاثے کسی دوسرے رب المال کو فروخت کرے۔

(د) اگر رب المال ایک ہے تو سرمایہ کے تصفیہ کی مزید دو صورتیں ممکن ہیں :

(۱) فریق اول فریق ثانی کو اتنا وقت دے کہ وہ تمام عروض وسامان کو بیچ کر اس کو نقد کی صورت میں تبدیل کردے، اگر دیون اور قرض ہوں تو وہ بھی وصول کرلے پھر طے شدہ شرح سے اپنا نفع لے کر سرمایہ مع نفع فریق اول کے حوالے کردے۔

(۲) سامان کی بازاری قیمت لگا کر جتنا نفع بنتا ہے مضارب کو طے شدہ نسبت سے نفع دے کر کاروبار اور سامان رب المال خود لے لے۔

تنبیہ: اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو وصولی کا خرچ فریق ثانی (مضارب) پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ مضاربت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمد ورفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ

گیا تو زائد مقدار فریق ثانی کے ذمہ ہوگی۔

(۶) چونکہ فریق اول فریق ثانی کو یہ سرمایہ ایسے کاروبار میں لگانے کے لیے دے رہا ہے جس میں اس کے علاوہ اور بھی متعدد افراد فریق ثانی کو مال دیتے ہیں اس لیے مذکورہ فریق اول کے ساتھ عقد مضاربت ختم ہونے کی وجہ سے اُن ارباب الاموال کا فریق ثانی کے ساتھ عقد مضاربت ختم نہ ہوگا جو اپنے عقود مضاربت ختم نہیں کرنا چاہتے، بلکہ اُن کا معاملہ چلتا رہے گا۔

(۷) متعدد ارباب الاموال کی صورت میں فریق ثانی کو اختیار ہے کہ وہ ہر شریک کے لیے شرح نفع مختلف مقرر کرے۔

(۸) فریق اول فریق ثانی کو یہ سرمایہ ''مضاربہ مطلقہ'' / ''مضاربہ مقیدہ'' کی بنیاد پر دے رہا ہے۔

(۹) فریق ثانی غبن فاحش کے بغیر کاروبار کرنے کا پابند ہے، لہٰذا ایسی خریداری جو غبن فاحش کے ساتھ کی گئی ہو فریق اول پر لازم نہ ہوگی بلکہ خود فریق ثانی کے لیے ہوگی اور اس کا نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔

(۱۰) فریق اول مال مکمل طور پر فریق ثانی کے سپرد کر کے اس کو تصرف کا پورا اختیار دیتا ہے کہ فریق ثانی چاہے اس سے نقد کاروبار کرے یا ادھار، نیز فریق اول فریق ثانی کو کاروبار میں مبلغ .... تک قرض لینے اور مبلغ .... تک قرض دینے کی اور .... مالیت تک ادھار پر خرید و فروخت کی بھی اجازت دیتا ہے، اور اس کا بھی مکمل اختیار دیتا ہے کہ فریق ثانی یہ مال کسی تیسرے فریق کو مضاربت یا شرکت پر دے۔

(۱۱) فریق اول فریق ثانی کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس سے چاہے کاروباری معاملات کرے، حتی کہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے یا اپنی بالغ و نابالغ اولاد سے بھی خرید و فروخت کرے۔

(۱۲) اصول مضاربت کے مطابق مضاربت کے کاروبار پر ہونے والے براہ راست اخراجات (مثلاً اخراجاتِ سفر) مالِ مضاربت سے وصول کیے جائیں گے البتہ بالواسطہ اخراجات (مثلاً علاج معالجہ پر صرف ہونے والے اخراجات) فریق ثانی کے ذمہ ہونگے۔

(۱۳) ہر ماہ فریق اول مبلغ .... اور فریق ثانی مبلغ .... اپنی ذاتی ضرورت کے اخراجات کے لیے نفع کے عنوان سے تخمیناً وصول کیا کریں گے۔ البتہ حتمی نفع نقصان کا حساب عقد کے اختتام پر کیا جائے گا۔

(۱۴) فریقین میں سے کسی کے انتقال ہونے کی صورت میں بھی یہ عقد مضاربت ختم ہو جائے گا، لہٰذا دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص مقرر کرتے ہیں جن کے نام مضاربت نامہ کے آخر میں درج ہیں، اور ان کی ذمہ داریوں کا تذکرہ شق نمبر ۱۵، ۱۶ میں آرہا ہے۔

(۱۵) فریق اول کا نامزد کنندہ شق نمبر ۵ کے مطابق ذکر کردہ صورتوں کے تحت فریق اول کے اثاثوں کا تصفیہ کرنے کا مجاز ہوگا۔ البتہ فریق اول کے ورثہ میں سے ایک یا چند افراد یا ان کے سرپرست فریق ثانی کے ساتھ مضاربت پر مال لگانا چاہیں تو نئے مضاربت نامہ کے ذریعہ لگا سکیں گے۔

(۱۶) فریق ثانی کی موت کی صورت میں اس کا نامزد کنندہ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے فریق اول کے ساتھ تصفیہ اور دیگر تمام معاملات باہمی رضامندی سے نمٹائے گا۔

عقد مضاربت کی یہ تحریر لکھ دی گئی ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

فریق اول (رب المال)	فریق ثانی (مضارب)
نام............ولد................	نام............ولد................
دستخط..............................	دستخط..............................
فریق اول کا نامزد کنندہ	فریق ثانی کا نامزد کنندہ
نام............ولد................	نام............ولد................

شناختی کارڈ نمبر........................	شناختی کارڈ نمبر........................
فریق اول سے رشتہ........................	فریق ثانی سے رشتہ........................
دستخط....................................	دستخط....................................
گواہ نمبرا	گواہ نمبر۲
نام............ولد..................	نام............ولد..................
شناختی کارڈ نمبر........................	شناختی کارڈ نمبر........................
دستخط................................	دستخط................................

﴿وضاحت نامہ﴾

میں مسمی/مسماۃ........................ولد/ زوجہ .... شناختی کارڈ نمبر ....ساکن ....اس بات کی وضاحت کرتا/کرتی ہوں کہ میں نے جو سرمایہ مضاربت کے طور پر دیا ہے وہ کسی غیر شرعی/ غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کیا نیز جس بینک اکاؤنٹ کے ذریعے میں اپنے مضارب کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں/کروں گا/کرتی ہوں/کروں گی، اسے میں نے کبھی غیر قانونی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا/کروں گا/گی۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا بیان درست اور واقعہ کے مطابق ہے اس کے خلاف ہونے کی صورت میں تمام تر قانونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی مضارب اس سلسلے میں کسی طرح جوابدہ نہ ہوگا۔

دستخط اقرار کنندہ........................	فون نمبر............................
گواہ نمبرا	گواہ نمبرا ....
نام..........ولد..................	نام...........ولد..................
شناختی کارڈ نمبر........................	شناختی کارڈ نمبر........................
دستخط......................	دستخط..............................

﴿عقد شرکت کے اصول﴾

شرکت فارم پُر کرنے سے پہلے درج ذیل اصول پیش نظر رہیں تاکہ شرکت شرعی بنیادوں پر ہو سکے۔

آج کل جو شرکتیں رائج ہیں ان کو اصطلاح میں ''شرکت عنان'' کہتے ہیں، اس لیے ذیل میں صرف شرکت عنان کے احکام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اس شرکت میں شرکاء باہمی رضامندی سے جس قدر چاہیں سرمایہ لگا سکتے ہیں۔

(۲) تمام شرکاء کا عمل کرنا ضروری نہیں، بلکہ بعض شرکاء پر عمل نہ کرنے کی شرط لگانا بھی جائز ہے۔

(۳) شریک عمیل یا اکثر عمل کرنے والے کے لیے اس کے سرمایہ سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز ہے، غیر عمیل کے لیے یا تمام شرکاء کے لیے عمل مشروط ہونے کی صورت میں کم عمل کرنے والے شریک کے لیے اُس کے سرمایہ سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز نہیں، البتہ بعض شرکاء عامل ہوں اور بعض غیر عامل اور عاملین میں سے بعض کا عمل کم ہو، بعض کا زیادہ تو اس صورت میں کم عمل کرنے والے شرکاء کے لیے بھی سرمایہ کے تناسب سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز ہے۔

(۴) اگر کسی شریک کے لیے عمل مشروط ہوا اور کسی وجہ سے عمل کی نوبت نہ آسکی تو بھی وہ عمیل ہی شمار ہوگا اور اس کو طے شدہ نسبت کے مطابق نفع ملے گا۔

(۵) صحت شرکت کے لیے ضروری ہے کہ شرکاء کا حصہ حاصل شدہ نفع میں فیصد کے اعتبار سے مقرر ہو، نہ کہ رأس المال کی نسبت سے، کسی کے لیے سرمایہ کے تناسب سے نفع طے کرنا کہ کل سرمایہ کا اتنا فیصد نفع ملے گا جائز نہیں۔

(۶) عمیل (کام کرنے والا شریک) کاروبار میں دوسرے شرکاء کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا دوسرے شرکاء کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو ضامن ہوگا۔

(۷) شرکاء کے لیے طے شدہ نفع کے علاوہ کسی عمل کی متعین اجرت اور تنخواہ لینا جائز نہیں، البتہ عمیل کے لیے نفع کا تناسب اس کے سرمایہ سے زیادہ رکھنا جائز ہے، نیز جو عمیل دیگر کام کرنے والے شرکاء کی بنسبت زیادہ یا اچھا کام کرتا ہے وہ دوسرے کام کرنے والے شرکاء سے بھی زیادہ نفع رکھ سکتا ہے۔

(۸) اگر عمیل کی کوتاہی یا تعدی کے بغیر سرمایہ کلی یا جزوی طور پر ضائع ہو جائے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کی کوتاہی یا تعدی سے یہ صورتیں پیش آ جائیں تو وہ ضامن ہوگا۔

(۹) سرمایہ کاروبار میں خرچ کرنے اور اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے سے پہلے عمیل کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے اور امانت کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جس کاروبار کے لیے سرمایہ لیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے، اگر عمیل نے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے کاروبار یا ذاتی کام وغیرہ میں لگا دیا تو غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق اب عمیل ہی سے ہوگا، دوسرے شرکاء کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا نقصان کی صورت میں سارا نقصان عمیل کا ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا، البتہ غصب کی وجہ سے یہ منافع اس کے لیے حرام ہیں، اس لیے نفع کی صورت میں عمیل پر لازم ہے کہ ان منافع کو تمام شرکاء کے سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کر کے اصل سرمایہ کے ساتھ ان کے حوالے کرے نہ کہ طے شدہ نفع کی نسبت سے۔

اگر عمیل نے سرمایہ کسی کاروبار میں نہیں لگایا (بلکہ اس سے اپنے قرضے اور دیون ادا کیے یا اپنے پاس ویسے ہی رکھے رہا) جس کے نتیجے میں نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا پھر بھی وہ دوسرے شرکاء کو ہر ماہ نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا تو ان شرکاء کے لیے یہ نفع حلال نہیں، اگر لیا تو عمیل کو واپس کرنا واجب ہے، البتہ اگر عمیل کی خیانت کا ان کو علم نہیں تو معذور ہیں۔

(۱۰) شرکت عنان میں سرمایہ کا عین ہونا ضروری ہے، اگر کل یا بعض سرمایہ منفعت ہو تو یہ شرکت جائز نہیں، مثلاً دو شریک ہیں ایک کا سرمایہ نقد اور دوسرے کی طرف سے سرمایہ کی جگہ دکان کی منفعت

ہے تو یہ جائز نہیں۔

(۱۱) چلتے ہوئے مشترک کاروبار میں اگر کوئی نیا شخص کاروبار میں شریک ہونا چاہے یا قدیم شرکاء میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کا حصہ عروض اور سامان کی صورت میں ہے اور جدید شرکاء کی طرف سے نقد رقم ہے اس لیے بوقت عقد قدیم شرکاء کے منجمد اثاثوں اور سامان تجارت کی بازاری قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے گا۔

(۱۲) اگر عمیل کو دوسرے شرکاء نے اپنے سرمایہ سے زیادہ کاروبار کی اجازت نہیں دی پھر بھی اس نے سرمایہ سے زائد کاروبار کیا تو اس زائد کاروبار کا نفع اور نقصان دونوں عمیل ہی کا ہوگا۔ اگر اجازت دی تو زائد کاروبار میں ان کی آپس میں ایک نئی شرکت وجود میں آجائے گی جس کو اصطلاح میں ''شرکت وجوہ'' کہا جاتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ضمان کی نسبت سے ہوں گے، لہٰذا اگر زائد کاروبار میں ضمان کی نسبت طے ہوگئی تو نفع اور نقصان بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوں گے، اگر اجازت دیتے وقت ضمان کی نسبت طے نہ ہوئی تو دونوں پر ضمان برابر (پچاس پچاس فیصد) آئے گا اور نفع بھی برابر برابر تقسیم ہوگا، خواہ اصل عقد شرکت میں شرح نفع کچھ بھی ہو۔ غرض اس زائد کاروبار کے نفع و نقصان کا اصل عقد شرکت کے نفع ونقصان کے تناسب سے کوئی تعلق نہیں۔

مثلاً دو شریکوں نے پانچ پانچ لاکھ کا سرمایہ جمع کر کے عقد شرکت کی اور شرح نفع غیر عمیل کے لیے تیس فیصد اور عمیل کے لیے ستر فیصد طے ہوئی، اور غیر عمیل نے عمیل کو یہ اجازت بھی دی کہ آپ سرمایہ سے زائد دس لاکھ تک کاروبار کر سکتے ہیں اور اس اضافی دس لاکھ کے کاروبار میں سے چار لاکھ کا ضمان مجھ پر ہوگا اور چھ لاکھ کا ضمان آپ پر اور عمیل اس پر راضی بھی ہوا، تو اس صورت میں اصل کاروبار کے منافع تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور زائد کاروبار کے منافع چالیس اور ساٹھ فیصد کی نسبت سے تقسیم ہوں گے، اور نقصان کی صورت میں اصل عقد شرکت کا نقصان تو شرکاء پر سرمایہ کے تناسب سے ہوگا جبکہ اس زائد کاروبار کا نقصان چالیس اور ساٹھ فیصد کے تناسب سے آئے گا، اسی

طرح اگر غیر عمیل نے زائد کاروبار کے پورے ضمان کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس زائد کاروبار کا پورا نفع و نقصان دونوں صرف اسی کے ہوں گے۔ اگر انھوں نے ضمان کی نسبت طے نہیں کی تو اصل کاروبار کے منافع تو تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور نقصان سرمایہ کے تناسب سے، جبکہ اس زائد کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں برابر برابر ہوں گے۔

نوٹ: شرکت عنان اور اس شرکت وجوہ دونوں کے سرمایہ کے تناسب کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان کا ٹھیک ٹھیک تعین ہو سکے۔

(١٣) غیر عمیل کی صریح اجازت کے بغیر عمیل نہ مالِ شرکت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مشترک کاروبار کے لیے قرض لے سکتا ہے، البتہ اس کی اجازت سے دوسروں کو قرض دے سکتا ہے اور باجازت قرض لینے میں یہ تفصیل ہے کہ لینے کے بعد اگر غیر عمیل کے حوالہ کر دیا تو اس قرض کی ادائیگی اور اس کا نفع ونقصان سب غیر عمیل کے ذمہ ہوگا ورنہ سب عمیل کے ذمہ ہوگا۔ البتہ اگر غیر عمیل نے قبضہ کے بعد عمیل کو بطور شرکت واپس دیا تو اس پر شرکت کے احکام اصول (نمبر١١) کے مطابق جاری ہوں گے۔

(وضاحت): اس عقد میں کام نہ کرنے والے شریک کو غیر عمیل اور کام کرنے والے شریک کو عمیل کہا جائے گا۔

﴿عقد شرکت شرائط اور تفصیلات﴾

(١) آج مورخہ.......... کو فریق اول مسمی .... ولد.......... شناختی کارڈ نمبر.................. ساکن.................. اور فریق ثانی مسمی .... ولد.......... شناختی کارڈ نمبر.................. ساکن.................. نے ..... ماہ/سال کے لیے باہم عقد شرکت کیا۔

شریک عمیل کا سرمایہ مبلغ.......... ہے اور کل کاروبار کا سرمایہ مبلغ.......... ہے۔

تنبیہ: ہر ماہ کاروبار کے کل سرمایہ کی زیادتی اور کمی اور اس وقت آپ کے حصہ کا تعین منتظم کے دستخط

کے ساتھ آپ کو بتایا جائے گا۔

(۲) جس میں فریق اول کا سرمایہ مبلغ .... جو کہ کل سرمایۂ شرکت کا .... فیصد ہے۔

(۳) فریق اول کام نہیں کرے گا/کرے گا۔

(۴) فریق اول کو اپنے سرمایہ کے نفع میں سے .... فیصد ملے گا۔

(۵) نفع سے زائد نقصان ہر فریق پر اس کے سرمایہ کے تناسب سے ہوگا۔

(۶) مذکورہ بالا مدت سے پہلے کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یہ عقدِ شرکت ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ ہر فریق شق نمبر ۱۱ میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے، خواہ کسی شریک کو فروخت کرے یا کسی تیسرے فریق کو۔

(۷) ہر ماہ فریق اول مبلغ ...... اور فریق ثانی مبلغ ...... اپنی ذاتی ضرورت کے اخراجات کے لیے تخمینی نفع کے عنوان سے وصول کیا کریں گے۔ البتہ حتمی نفع نقصان کا حساب عقد کے اختتام پر کیا جائے گا۔

(۸) فریقِ غیر عمیل فریق عمیل کو یہ سرمایہ ''شرکت مطلقہ'' / ''............ کاروبار'' کے لیے دے رہا ہے۔

(۹) عمیل غبن فاحش کے بغیر کاروبار کرنے کا پابند ہے، لہٰذا ایسی خریداری جو غبن فاحش کے ساتھ کی گئی ہو خود اسی کے لیے ہوگی اور اس کا نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔

(۱۰) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو سرمایہ سپرد کر کے سرمایہ کی حد تک/سرمایہ سے زیادہ مبلغ .... تک کاروبار کا اختیار دیتا ہے، نیز فریق عمیل کو کاروبار میں مبلغ .... تک قرض لینے اور مبلغ .... تک قرض دینے کی اور .... مالیت تک ادھار پر خریدنے اور .... مالیت تک ادھار فروخت کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے، اور فریق عمیل کو کاروباری اغراض کے لیے تاجروں کے عرف کے مطابق ہدایا اور انعامات دینے کی بھی اجازت دیتا ہے، نیز اس کا بھی مکمل اختیار دیتا ہے کہ یہ مال کسی تیسرے فریق کو مضاربت یا شرکت پر دے۔

(۱۱) مدت شرکت ختم ہونے سے قبل باہمی رضامندی سے عقد شرکت ختم کرنے یا مدت ختم ہونے کے بعد سرمایہ کا تصفیہ کیا جائے گا، جس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں، تصفیہ عملاً وجود میں آنے سے قبل شرکت برقرار رہے گی، لہٰذا فریق غیر عمیل کو ان ایام کا نفع بھی ملے گا۔

(الف) شرکت ختم کرنے والا فریق کسی بھی شریک کو اپنا حصہ بیچ دے۔

(ب) شرکت ختم کرنے والا اپنا حصہ باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو فروخت کردے، اس صورت میں وہ شخص شرکت ختم کرنے والے کی جگہ آجائے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط و تفصیلات ہوں گی جو اس وقت شرکت ختم کرنے والے فریق کے ساتھ ہیں۔

(ج) اگر یہ شرکت صرف دو افراد کے مابین ہے یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان ہے اور تمام شرکاء عقد ختم کرنے پر متفق ہیں تو سرمایہ کے تصفیہ کی مزید یہ صورت بھی ممکن ہے:

(☆) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو اتنا وقت دے کہ وہ تمام عروض وسامان کو بیچ کر اس کو نقد کی صورت میں تبدیل کردے، اگر دیون اور قرض ہوں تو وہ بھی وصول کرلے پھر اپنا اپنا سرمایہ اور طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کرلیں۔

تنبیہ: اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو وصولی کا خرچ فریق عمیل پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ شرکت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمد ورفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ گیا تو زائد مقدار فریق عمیل کے ذمہ ہوگی۔

(۱۲) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس سے چاہے کاروباری معاملات کرے، حتی کہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے یا اپنی بالغ ونابالغ اولاد سے اور ہر شریک سے بھی خرید وفروخت کرے۔

(۱۳) اصول شرکت کے مطابق شرکت کے کاروبار پر ہونے والے براہ راست اخراجات (مثلاً اخراجاتِ سفر) مالِ شرکت سے وصول کیے جائیں گے البتہ بالواسطہ اخراجات (مثلاً فریق عمیل کے

علاج معالجہ پر صرف ہونے والے اخراجات) اس کے اپنے ذمہ ہونگے۔

(۱۴) فریقین میں سے کسی کے فوت ہوجائے کی صورت میں بھی یہ عقد شرکت ختم ہوجائے گا، لہٰذا دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص مقرر کرتے ہیں جن کے نام شرکت نامہ کے آخر میں درج ہیں، اوران کی ذمہ داریوں کا تذکرہ شق نمبر ۱۵ میں آرہا ہے۔

(۱۵) کسی بھی فریق کی موت کی صورت میں اس کا نامزد کنندہ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے دوسرے فریق کے ساتھ تصفیہ اور دیگر تمام معاملات باہمی رضامندی سے نمٹائے گا۔ البتہ فوت شدہ فریق کے ورثہ میں سے ایک یا چند افراد یا ان کے سرپرست دوسرے فریق کے ساتھ شرکت پر مال لگانا چاہیں تو نئے شرکت نامہ کے ذریعہ ذکر کردہ اصول کے مطابق لگا سکیں گے۔

عقد شرکت کی یہ تحریر لکھ دی گئی ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

فریق عمیل / غیر عمیل	فریق عمیل / غیر عمیل
نام...........ولد.................	نام...........ولد.................
دستخط..............................	دستخط..............................
فریق عمیل / غیر عمیل کا نامزد کنندہ	فریق عمیل / غیر عمیل کا نامزد کنندہ
نام...........ولد.................	نام...........ولد.................
شناختی کارڈ نمبر..........................	شناختی کارڈ نمبر..........................
فریق عمیل / غیر عمیل سے رشتہ.....................	فریق عمیل / غیر عمیل سے رشتہ.....................
دستخط..............................	دستخط..............................
گواہ نمبر ۱	گواہ نمبر ۲
نام...........ولد.................	نام...........ولد.................
شناختی کارڈ نمبر..........................	شناختی کارڈ نمبر..........................
دستخط..............................	دستخط..............................

﴿وضاحت نامہ﴾

میں مسمی/مسماۃ..........................ولد/ زوجہ .... شناختی کارڈ نمبر ....ساکن ....اس بات کی وضاحت کرتا/کرتی ہوں کہ میں نے جو سرمایہ شرکت کے طور پر دیا ہے وہ کسی غیر شرعی/غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کیا نیز جس بینک اکاؤنٹ کے ذریعے میں اپنے شریک عمیل/غیر عمیل کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں/کروں گا /کرتی ہوں /کروں گی، اسے میں نے کبھی غیر قانونی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا/کروں گا/گی۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا بیان درست اور واقعہ کے مطابق ہے اس کے خلاف ہونے کی صورت میں تمام تر قانونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی، شریک عمیل/غیر عمیل اس سلسلے میں کسی طرح جوابدہ نہ ہوگا۔

دستخط اقرار کنندہ.................. فون نمبر.........................

گواہ نمبر ۱ گواہ نمبر ۲

نام...........ولد.................. نام...........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر......................... شناختی کارڈ نمبر.........................

دستخط......................... دستخط...............................

﴿......چمن پونزی اسکیم سے متعلق ایک استفتاء کا جواب......﴾

سوال: میں چمن کا رہنے والا ہوں، ہمارے علاقہ کے بعض لوگوں نے ایسے کاروبار شروع کیا ہے کہ وہ لوگوں سے پیسہ لیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم ان سے کراچی میں کاروبار کرتے ہیں، اگر ان سے کاروبار کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو واضح طور پر نہیں بتاتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم ان سے ٹھیکہ کا کام کرتے ہیں بعض کچھ اور کہتے ہیں ابھی تک ان کے کاروبار کی حقیقت ہمارے سامنے واضح طور پر نہیں آئی، ہم نے اپنے طور پر اس کی تحقیق کی کوشش کی ہے لیکن کاروبار باوجود کوشش کے ہمارے سامنے نہیں آیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تعلق کاروبار سے نہیں ہے بلکہ آپ کا تعلق نفع کے ساتھ ہے۔ اور اگر ان سے کاروبار میں لگے ہوئے کل سرمایہ کا پوچھا جائے تو وہ بھی نہیں بتاتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم نے کل سرمایہ پندرہ کروڑ جمع کیا ہے اور ہم پینتالیس فیکٹریوں کو مال دیتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ کل سرمایہ پچیس کروڑ جمع کیا ہے اور ہم پچاسی فیکٹریوں کو مال فراہم کرتے ہیں۔ اور یہ کاروباری لوگ اپنے شرکاء سے کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ایک لاکھ پر کم از کم منافع ماہانہ آٹھ ہزار اور اس سے زیادہ بارہ پندرہ تک بھی دیں گے، اور لوگوں کو یہ بھی کہتے ہیں کہ منافع تو ضرور ملیں گے اور نقصان اگر ہو جائے تو بھی رأس المال آپ کا محفوظ ہوگا، اس میں کچھ کمی نہیں ہوگی اور یہ درمیان کے ایجنٹ لوگ ان پیسوں پر اپنا کمیشن بھی لیتے ہیں، بعض تو ارباب الاموال کو یہ کمیشن والی بات صراحۃً بتاتے ہیں جبکہ بعض نہیں بتاتے۔ اس کاروبار کے بارے میں کراچی کے ایک مفتی صاحب سے چمن کے ایک مولانا صاحب جن کے واسطے سے پندرہ کروڑ سے زیادہ رقم لوگوں نے لگائی ہے نے فون پر بات کر کے کاروبار کے بارے میں بتایا کہ ہمارا حقیقی کاروبار ہے وہ یہ کہ ہم مشینیں فیصل آباد سے لاتے ہیں اور پینتالیس فیکٹریوں پر بیچتے ہیں، فون پر اس نے ان مفتی صاحب سے وعدہ بھی کیا تھا کہ میں کراچی آؤں گا تو آپ کو وہ فیکٹریاں بھی دکھاؤں گا اور جن سے ہم کاروبار کرتے ہیں ان سے بھی ملواؤں گا، لیکن کراچی آنے کے

باوجود اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، نہ تو فیکٹریاں دکھائیں اور نہ ہی کاروباری لوگوں سے ملاقات کروائی، جس سے ہمارے شبہات اور بھی بڑھ گئے کہ حقیقت میں ان لوگوں کا کوئی کاروبار نہیں ہے اگر ہوتا تو اپنا وعدہ ضرور پورا کرتے اور کاروبار ضرور دکھاتے۔(اس گفتگو اور وعدے کے الفاظ ریکارڈ ہیں)۔

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق اس کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اس میں رقم لگا کر شرکت جائز ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

سائل : محمد شفیق، چمن بلوچستان

الجواب باسم ملهم الصواب

اس قسم کے کاروبار کو عرفِ تجار میں پونزی اسکیم (Ponzi Scheme) کہتے ہیں۔اس اسکیم کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں کاروبار یا تو سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے یا برائے نام ہوتا ہے اور ارباب الاموال اور شرکاء کو جو بنام نفع ہر ماہ یا دو تین ماہ بعد دیا جاتا ہے وہ رأس المال اور اصل سرمایہ سے ہی دیا جاتا ہے، اس لیے بظاہر دیکھنے میں یہ نفع حقیقی تجارت اور کاروبار کی بنسبت غیر معمولی طور پر زیادہ ہی ہوتا ہے۔

اس اسکیم کا بانی چارلس پونزی (CharlesPonzi/March3,1882-January18,1949) جس نے فروری 1920ء تا اکتوبر 1920ء اس اسکیم کو امریکہ کے شہر بوسٹن میں چلایا، نومبر 1920ء میں گرفتار ہو کر فراڈ کے الزام میں جیل چلا گیا۔یہی اسکیم پاکستان میں ڈبل شاہ کے نام سے بعض علاقوں میں شروع کی گئی جو یہ لالچ دے کر مشہور کراوئی گئی کہ قلیل مدت میں سرمایہ دگنا ہو جائیگا، ڈبل شاہ بھی کچھ عرصہ بعد اس فراڈ میں گرفتار ہوا۔اس پونزی اسکیم کی مکمل تفصیل درج ذیل ویب سائٹس پر موجود ہے۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Ponzi_scheme

http://en.wikipedia.org/wiki/Charles_Ponzi

http://en.wikipedia.org/wiki/List_of_Ponzi_schemes

http://en.wikipedia.org/wiki/Double_Shah

اس وقت پاکستان میں اسلام آباد، راولپنڈی، اٹک، کوہاٹ، دوابہ، ہنگو، پشاور اور کراچی کے بعض علاقوں میں مختلف کمپنیاں مثلاً کیپ ایبل ایشیاء کمپنی، مفتی اسامہ کمپنی وغیرہ وغیرہ ناموں سے کچھ مدت سے انتہائی زوروشور سے وجود میں آئی ہیں، جس میں لوگ زیادہ نفع کی لالچ میں کثیر رقوم جمع کروا رہے ہیں، چونکہ ان کے پاس حقیقی کاروبار نہیں ہے اس لیے آج تک کسی مستند دارالافتاء کے سامنے اس اسکیم کے چلانے والوں میں سے کوئی بھی نہ تو پورا کاروبار پیش کر سکا ہے اور نہ جواز کا فتوی ہی حاصل کر سکا ہے۔اس قسم کی اسکیموں کا حکم ظاہر ہے کہ یہ فراڈ اور دھوکہ پر مبنی اسکیمیں ہیں اور ان کا انجام لوگوں کے خون پسینہ کی کمائی کو ہڑپ کرنا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

صورتِ سوال میں چمن کے مولانا جن کے واسطہ سے پندرہ کروڑ سے زائد رقم اس اسکیم میں لگ چکی ہے، کا کراچی کے مفتی صاحب سے مکالمہ اور وعدہ کے باوجود اپنا کاروبار نہ دکھانا بظاہر اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ بھی بدنامِ زمانہ پونزی اسکیم ہی کی ایک صورت ہے، حقیقی کاروبار نہیں۔

کسی بھی کاروبار یا کمپنی میں سرمایہ لگانے سے پہلے اس کو شرعی بنیادوں پر پرکھنا، جانچنا اور مستند اور ماہر مفتیان کرام کو کمپنی کا طریق کار بتلا کر ان سے جواز کا فتوی لینا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ جواز کا فتوی آنے سے قبل کسی بھی شخص کے ذاتی عمل کو بنیاد بنا کر شرکت جائز نہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق صورتِ سوال میں یہ شرکت ناجائز ہے، نیز سائل کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق بھی اس کاروبار میں درج ذیل دو وجوہ سے بھی شرکت ناجائز اور حرام ہے۔

(ا) اس میں بعض کا مال دوسرے بعض کو ناحق کھلایا جاتا ہے جو کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی

رو سے حرام ہے۔

یاایها الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم. [النساء: ۲۹]

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق (یعنی غیر مباح) طور پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو (بشرطیکہ اس میں اور بھی شرائطِ شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں۔

(۲) اس کاروبار کا معاملہ مشتبہ اور مبہم ہے۔ آپ ﷺ نے درج ذیل ارشاد کے ذریعے ایسے معاملات سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

قال رسول الله ﷺ: الحلال بین و الحرام بین و بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه و عرضه و من وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیه ألا و إن لکل ملک حمی ألا و إن حمی الله محارمه ألا و إن فی الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد کله و إذا فسدت فسد الجسد کله ألا و هی القلب. متفق علیه (المشکوة: ۲٤۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک و محفوظ کر دیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن و تشنیع کرے گا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو!

ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمال خیر اور حسن اخلاق و احوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔**فقط و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح — **احمد ممتاز** — ۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح — **محمد لقمان** — ۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

کتبہ : **شاہ نور حسن المتخصص**
بدار الافتاء جامعۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم
۹/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

پونزی (Ponzi) اسکیم کیا ہے؟

پونزی اسکیم فراڈ اور دھوکہ بازی پر مبنی سرمایہ کاری کی ایک صورت ہے، جس میں سرمایہ لگانے والوں کو ان کی اپنی جمع کردہ رقوم سے یا نئے آنے والے سرمایہ کاروں کی رقوم سے بدوں کسی انفرادی یا اجتماعی طور پر چلنے والے حقیقی کاروبار اور تجارت سے حاصل شدہ منافع کے ماہانہ کچھ رقم منافع کے نام سے دی جاتی ہے۔

پونزی اسکیم، سرمایہ کاروں کو عام طور پر چلنے والے حقیقی کاروبار میں سرمایہ کاری کے حاصل ہونے والے منافع سے کئی گنا زیادہ نفع کا لالچ دے کر اپنی جانب متوجہ کرتی ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ زیادہ منافع کی لالچ میں شرکت کرتے رہیں اور اسکیم چلتی رہے۔

اس اسکیم اور سسٹم کا زوال جلد یا بدیر مقدر ہوتا ہے کیونکہ سرمایہ اور ڈپازٹ جس قدر بھی زیادہ ہو بہر حال سرمایہ لگانے والوں کو ادائیگیوں میں تسلسل کی وجہ سے اس میں کمی ہوتی رہتی ہے اور جہاں کہیں کسی بھی ذریعہ سے جدید سرمایہ کی آمد میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس بے انتہا بامِ عروج پر پہنچے ہوئے کاروبار کی بلند تخیلاتی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے اور اسکیم کے ذمہ داران منظرِ عام سے بالکل غائب ہو جاتے ہیں۔

1920ء میں چارلس پونزی نامی ایک اطالوی شخص نے اس تکنیک کو پہلی بار اچھے خاصے کامیاب انداز میں استعمال کیا اور چند ہی مہینوں میں ارب پتی بن گیا حالانکہ جب 1903ء میں یہ شخص امریکہ وارد ہوا تو اس کی جیب میں صرف ڈھائی ڈالر تھے۔ کئی سالوں تک اِدھر اُدھر سر مارنے کے بعد یہ تکنیک اس کے ہاتھ آئی اور پھر گویا دولت کی اس پر برسات ہونے لگی، وہ اپنے سرمایہ کاروں کو ان کا سرمایہ 90 دن میں دگنا کرنے کا جھانسہ دیتا تھا، فروری 1920ء میں اس نے 5,000 ڈالر کمائے جب کہ مئی 1920ء میں اس کے سرمایہ کی مقدار (محض تین ماہ گزرنے کے بعد ہی) 420,000 ڈالر (2008ء میں 59 ملین ڈالر کے برابر) ہوگئی تھی۔ جولائی 1920ء تک اس کی

یومیہ آمدنی 250,000 ڈالر تک پہنچ چکی تھی، لیکن تابہ کے!

دولت کی آمدنی کا یہ سیلاب بہر حال نومبر 1920ء سے پہلے ہی رک گیا اور پونزی گرفتار کر لیا گیا اور اسے قید ہوگئی۔ 1934ء میں قید سے رہا کر کے اسے اٹلی ڈی پورٹ کر دیا گیا۔ چارلس پونزی کو اس وقت اپنے اس فراڈ پر مبنی سرمایہ کاری نے ایسی بدنام شہرت سے نوازا کہ دنیا نے آئندہ کے لیے اس طرح کی ہر اس اسکیم کو ''پونزی اسکیم'' کا نام دے دیا۔

19 ویں صدی سے لے کر آج تک دنیا بھر میں مختلف ناموں سے یہ اسکیم رواج پاتی رہی ہے اور عوام آنکھوں پر لالچ کی پٹی چڑھائے ''آ بیل مجھے مار'' کے مصداق اس کا شکار ہو کر قلاش ہوتے رہے ہیں، بہت سے غم نہ سہہ کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، کتنے ہی لوگ ذہنی توازن کھو بیٹھے، مگر وائے افسوس! اس کے باوجود لوگ باز نہیں آتے۔

ہمارے ملک میں بھی مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے یہ اسکیم ابھرتی اور ڈوبتی رہی ہے، آج کل ملکِ عزیز کے کئی علاقوں مثلاً راولپنڈی، اٹک، کوہاٹ، ہنگو، دوابہ، مردان، کوئٹہ، چمن اور کراچی وغیرہ میں یہ کاروبار فی الحال زور وشور سے جاری ہے اور ناواقف عوام لالچ میں آ کر سرسری تحقیق ہی کیے بغیر اس اندھے کنویں میں اپنی عمر بھر کی پونجی ڈال رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

چنانچہ دارالعلوم کراچی سے شائع شدہ ایک فتوی (۶۶/۱۳۵۸) میں تحریر ہے:

''...... کیونکہ اس سے پہلے اس طرح کے واقعات پیش آ چکے ہیں کہ بظاہر جائز معاہدوں کی بنا پر اور بڑے حلال نفع کا لالچ دے کر لوگوں سے رقوم لی گئیں لیکن بعد میں خرد برد کر کے عوام کو ان کے سرمائے سے محروم کر دیا گیا''۔

اس جیسی اسکیموں کو چلانا، ان میں ایجنٹ بن کر ان کی معاونت کرنا اور عوام کا ان میں سرمایہ کاری کرنا جائز نہیں۔

﴿مضاربہ نامہ کے حوالہ جات﴾

(۱)قال العلامة شيخ زاده رحمه الله تعالى: وفى الشرع هى أى المضاربة شركة فى الربح .... بمال من جانب وهوجانب رب المال وعمل من جانب آخر وهو جانب المضارب.(مجمع الانهر،٣/ ٤٤٣،ط:دار الكتب العلميه بيروت).

(۲)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: كتاب المضاربة. هى لغة: مفاعلة من الضرب فى الارض وهوالسير فيها. وشرعا: عقد شركة فى الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب. وركنها الايجاب والقبول.

(الشاميه،٥/ ٦٤٥،ط:سعيد)

وقال رحمه الله تعالى ايضاً: (وكون الربح بينهما شائعا)فلو عين قدرا فسدت. (الشاميه،٥/٦٤٨،ط: سعيد).

وفى الهندية: منها: ان يكون نصيب المضارب من الربح معلوما على وجه لا تنقطع به الشركة فى الربح فان قال على ان لک من الربح مائة درهم او شرط مع النصف او الثلث عشرة دراهم لاتصح المضاربة كذا فى محيط السرخسى.

(الهنديه،٤/٢٨٧،ط:رشيديه).

(۳)وقال العلامة الطحطاوى رحمه الله تعالى : (وتوكيل مع العمل)حتى يرجع بما لحقه من العهدة عليه الخ.(حاشية الطحطاوى على الدر٣/ ٣٥٢،ط:رشيديه).

وفى الهندية : واما حكمها فانه اولاً امين وعند الشروع فى العمل وكيل واذا ربح فهو شريک واذا فسدت فهواجير واذا خالف فهو غاصب وان اذن بعده ولو شرط الربح كله لرب المال كان بضاعة ولو شرط كله للمضارب كان قرضا هكذا فى الكافى. المضارب إذا عمل فى المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثله فيما عمل لا يزاد على المسمى فى قول أبى يوسف رحمه الله تعالى وإن لم يربح المضارب كان له أجر مثله كذا فى فتاوى قاضى خان. هذا جواب ظاهر الرواية كذا فى المحيط .ولو كانت صحيحة فلم يربح المضارب لا شيء له ولو هلک المال فى المضاربة الفاسدة عند المضارب لايضمن المضارب كذا فى فتاوى قاضى خان .وله أجر مثله فيما

عمل كذا فى المبسوط. والله اعلم. (الفتاویٰ الهندية، ٢٨٨/٤،ط:رشيديه).

(٤) وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وكون الربح بينهما شائعاً فلو عيّن قدرا فسدت. (الشاميه،٦٤٨/٥،ط: سعيد).

وقال العلامة الكاسانى رحمه الله تعالى: اذا قال رب المال للمضارب لک ثلث الربح وعشرة دراهم فى كل شهر ماعملت فى المضاربة صحت المضاربة من الثلث وبطل الشرط. (بدائع الصنائع،١١٩/٥،ط:رشيديه جديد).

(٥) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله من جانب المضارب) قيد به لأنه لو اشترط رب المال أن يعمل مع المضارب فسدت كما سيصرح به المصنف فى باب المضارب يضارب. (الشاميه،٦٤٥/٥،ط:سعيد).

وقال العلامة الكاسانى رحمه الله تعالى: وكذا لو شرط فى المضاربة عمل رب المال فسدت المضاربة سواء عمل رب المال او لم يعمل لان شرط عمله معه شرط بقاء يده على المال وانه شرط فاسد ولو سلم راس المال الى رب المال ولم يشترط عمله ثم استعان به على العمل او دفع اليه المال بضاعة جاز لان الاستعانة لاتوجب خروج المال عن يده. (بدائع الصنائع،١١٧/٥،ط:رشيديه جديد)

(٦) وقال العلامة الزيلعى رحمه الله تعالى: قال رحمه الله (وما هلک من مال المضاربة فمن الربح) لأنه تابع ورأس المال أصل لتصور وجوده بدون الربح لا العكس فوجب صرف الهالک إلى التبع لاستحالة بقائه بدون الأصل كما يصرف الهالک إلى العفو فى الزكاة قال رحمه الله (فإن زاد الهالک على الربح لم يضمن المضارب) لأنه أمين فلا يكون ضمينا للتنافى بينهما فى شىء واحد.

(تبيين الحقائق،٥٤٥/٥،ط:سعيد)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: وحكمها انه امين بعد دفع المال اليه............ولا ضمان عليه اذا فسدت بغير صنعه. (البحر الرائق،٤٤٩/٧،ط:سعيد)

(٧) وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وحكمها: أنواع لانها إيداع ابتداء............وغصب إن خالف وإن أجاز رب المال بعده لصيرورته غاصبا بالمخالفة.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله بالمخالفة)فالربح للمضارب

لكنه غير طيب عند الطرفين رحمهما الله تعالى. درمنتقى.

(الشاميه،٥/٦٤٦،ط: سعيد).

وقال العلامة برهان الدين رحمه الله تعالى: وان اشترى به خارج الكوفة و باع وربح او وضع فالربح له والوضيعة عليه لانه صار مخالفا غاصبا متصرفا بغير امر المالك فيكون الربح له والوضيعة عليه قال فى الاصل فى هذه المسئلة ويتصدق بالربح عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى.

(المحيط البرهانى،١٨/١٦٩،ط: ادارة القرآن).

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: كما لو تصرف فى المغصوب والوديعة بأن باعه وربح فيه إذا كان ذلك متعينا بالاشارة أو بالشراء بدراهم الوديعة أو الغصب ونقدها يعنى يتصدق بربح حصل فيهما إذا كانا مما يتعين بالاشارة......الخ.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قوله(إذا كان متعينا بالاشارة) وذلك كالعروض فلا يحل له الربح: أى ولو بعد ضمان القيمة.قال الزيلعى: فإن كان مما يتعين لا يحل له التناول منه قبل ضمان القيمة وبعده يحل إلا فيما زاد على قدر القيمة وهو الربح فإنه لا يطيب له ويتصدق به.وفى القهستانى: وله أن يؤديه إلى المالك ويحل له التناول لزوال الخبث. (الشاميه،٦/١٨٩،ط: سعيد).

وقال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى: (لأن الحق له) وهذا يفيد أنه يطيب له فقيرا كان أو غنيا وفيه روايتان والأوجه طيبه له وإن كان غنيا لما ذكرنا من أن الحق له.

وقال العلامة البابرتى رحمه الله تعالى: فإذا رد عليه فإن كان فقيرا طاب له وإن كان غنيا ففيه روايتان .قال الإمام فخر الإسلام : والأشبه أن يطيب له ؛ لأنه إنما رد عليه باعتبار أنه حقه. (فتح القدير،٧/١٩٦،ط: رشيديه).

وقال العلامة المرغينانى رحمه الله تعالى: وهذا الخبث يعمل فيما يتعين فيكون سبيله التصدق فى رواية ويرده عليه فى رواية لأن الخبث لحقه وهذا أصح لكنه استحباب لا جبر لأن الحق له . (الهداية،٣/١٢٩،ط: رحمانيه).

(۸)وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: ولودفع دابته إلى رجل ليبيع عليها البر على أن الربح بينهما فالربح لصاحب البرولصاحب الدابة أجر مثلها لان منفعة الدابة لا تصح مالا للشركة كالعروض.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى فى حاشيته :ولا شک فى فساد الشركة لان المنفعة كالعروض كما صرح به فى الخانية فكما لا تصح فى العروض لاتصح فيها.(البحر الرائق،۵/۳۰۷،ط: رشيديه).

وقال العلامة السرخسى رحمه الله تعالى: ((قال)) ولو دفع إليه دابة يبيع عليها البر والطعام على أن الربح بينهما نصفان فهذه شركة فاسدة بمنزلة الشركة بالعروض)فإن رأس مال أحدهما عرض ورأس مال الآخر منفعة دابته فإذا فسدت شركته فالربح لصاحب البر والطعام لأنه بدل ملكه فإن الثمن بدل المعقود عليه لا بدل ما حمل عليه من المعقود عليه ولصاحب الدابة أجر مثلها لأنه شرط لنفسه عوضا عن منفعة دابته ولم ينل ذلک العوض فاستوجب أجر المثل على من استوفى منفعتها بحكم عقد فاسد وكذلک البيت والسفينة فى هذه كالدابة اعتبارا لمنفعة العين بالعين. والله سبحانه وتعالى أعلم.

(المبسوط للسرخسى،۱۱/۲۳۹،ط: رشيديه).

وقال العلامة قاضى خان رحمه الله تعالى: ولو دفع دابة إلى رجل ليبيع عليها البر والطعام على أن الربح بينهما كانت فاسدة بمنزلة الشركة فى العروض لأن رأس مال أحدهما عرض ورأس مال الآخر منفعة فإذا فسدت الشركة كان الربح لصاحب البر والطعام لأنه بدل ملكه ولصاحب الدابة أجر مثلها لأنه لم يرض بمنفعة الدابة بغير عوض والبيت والسفينة فى هذا كله كالدابة لما قلنا.

(فتاوى قاضى خان على هامش الهنديه،۳/٦۲۵،ط: رشيديه).

(۹)وقال العلامة ابن قدامة الحنبلى رحمه الله تعالى: فاما العروض فلاتجوز الشركة فيها فى ظاهر المذهب نص عليه احمد(وبعد اسطر)وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال.قال احمد:اذا اشتركا فى العروض يقسم الربح على ما اشترطا.

(المغنى لابن قدامة،۷/۱۲۳،۱۲٤،ط: حجر).

(۱۰)قال العلامة السرخسی رحمه الله تعالی: ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة وأمره أن يستدين على المال على أن ما رزق الله تعالى فى ذلک من شیء فهو بينهما : للمضارب ثلثاه ولرب المال ثلثه فاشترى المضارب بالألف جارية تساوى ألفين ثم اشترى على المضاربة غلاما بألف درهم يساوى ألفين فباعهما جميعا بأربعة آلاف فإن ثمن الجارية يستوفى منه رب المال رأس ماله وما بقى فهو ربح بينهما على ما اشترطا : ثلثاه للمضارب وثلثه لرب المال .وأما ثمن الغلام فيؤدى منه ثمنه والباقى بينهما نصفان ؛ لأن الأمر بالاستدانة كان مطلقا فالمشترى بالدين يكون مشتركا بينهما نصفين ومع المناصفة بينهما فى المشترى لا يصح شرط التفاوت فى الربح .ألا ترى أن رجلين لو اشتركا بغير مال على أن يشتريا بالدين ويبيعا فما رزق الله تعالى فى ذلک من شیء فهو بينهما أثلاثا فاشتريا وباعا وربحا كان الربح بينهما نصفين فاشتراطهما الثلثين والثلث فى الربح يكون لغوا لأنه لو صح ذلک استحق أحدهما جزء ا من ربح ما ضمنه صاحبه وذلک لا يجوز فكذلک المضارب إذا أمره رب المال أن يستدين على المضاربة وشرط الثلث والثلثين فى الربح لا فى أصل الاستدانة فإن كان أمره أن يستدين على المال على أن ما اشترى بالدين من شیء فلرب المال ثلثه وللمضارب ثلثاه على أن ما رزق الله تعالى فى ذلک من شیء فهو بينهما نصفان فاشترى المضارب بالمضاربة جارية تساوى ألفين واشترى على المضاربة جارية بألف دينا تساوى ألفين فباعهما بأربعة آلاف درهم فحصة جارية المضاربة يأخذ منه رب المال رأس ماله : ألف درهم والباقى بينهما نصفان على ما اشترطا وثمن الجارية المشتراة بالدين بينهما أثلاثا على قدر ملكيهما ؛ لأنه إنما وكله بالاستدانة على أن يكون ثلث ما يستدين لرب المال وثلثاه للمضارب فيكون الثمن بينهما على قدر ذلک واشتراط المناصفة فى الربح فى هذا يكون باطلا ؛ لأن أحدهما يشترط لنفسه ربح ما قد ضمن صاحبه وذلک باطل .ولو دفع إليه الألف مضاربة على أن ما رزق الله تعالى فى ذلک من شیء فهو بينهما كذلک أيضا فاشترى بالمضاربة جارية تساوى ألفين ثم اشترى على المضاربة

جارية بألف دينار تساوى ألفين فباعهما بأربعة آلاف فأما حصة المضاربة فتكون بينهما على شرطهما بعد ما يستوفى رب المال رأس ماله وحصة الجارية المشتراة بالدين بينهما ؛ لأن ضمانها عليهما نصفين ؛ لإطلاق الأمر بالاستدانة فاشتراط كون الربح بينهما أثلاثا بعد المساواة فى الضمان يكون باطلا. وكذلك لو كان أمره أن يستدين على رب المال؛لأن قوله استدن على المضاربة وقوله استدن على سواء فى المعنى وما استدان سواء كان بقدر مال المضاربة أو أقل أو أكثر فهو بينهما نصفان فربحه ووضيعته بينهما نصفان حتى لو هلكت المشتراة بالدين كان ضمان ثمنها عليهما نصفين .ولو كان أمره أن يستدين على نفسه كان ما اشتراه المضارب بالدين له خاصة دون رب المال ؛ لأنه فى الاستدانة على نفسه يستغنى عن أمر رب المال فكان وجود أمره فيه وعدمه سواء بخلاف ما إذا أمره أن يستدين على المال أو على رب المال ؛ لأنه فى الاستدانة على رب المال أو على المال لا يستغنى عن أمر رب المال فلا بد من اعتبار أمره فى ذلك وأمره بالاستدانة على المال كأمره بالاستدانة على رب المال ؛ لأن ملك المال لرب المال والمال محل لقضاء الواجب لا للوجوب فيه فالواجب يكون على رب المال ثم أمره بالاستدانة عليه مطلقا يقتضى الشركة بينهما فيما يستدين ولا تكون هذه الشركة بطريق المضاربة ؛ لأن المضاربة لا تصح إلا برأس مال عين فكانت هذه الشركة فى معنى شركة الوجوه فيكون المشترى مشتركا بينهما نصفين فلا يصح منهما شرط التفاوت فى الربح مع مساواتهما فى الملك فى المشترى .ولو كان أمره أن يستدين على المال أو على رب المال فاشترى بالمضاربة جارية ثم استقرض المضارب ألف درهم على المضاربة واشترى بها جارية فهو مشتر لنفسه خاصة والقرض عليه خاصة منهم من يقول : إن الاستدانة هو الشراء بالنسيئة والاستقراض غيره فلا يدخل فى مطلق الأمر بالاستدانة والأصح أن يقول : الأمر بالاستقراض باطل. (المبسوط للسرخسى،٢٢/١٦٣،ط: رشيديه).

(١١)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: ولا الاقراض والاستدانة وان

قيل له ذلک ای اعمل برأيک لانهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فی التعميم مالم ينص المالک عليهما فيملکهما. (الشاميه، ٥/ ٦٥٠، ط: سعيد).

﴿شرکت نامہ کے حوالہ جات﴾

(۱) قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالى: (واما عنان) بالكسر وتفتح (ان تضمنت وكالة فقط) بيان لشرطها (فتصح من اهل التوكيل) كصبی ومعتوه يعقل البيع (وان لم يكن اهلا للكفالة) لكونها لاتقتضی الكفالة بل الوكالة (و) لذا (تصح) عاماوخاصا ومطلقا وموقتا ومع التفاضل فی المال دون الربح وعكسه وببعض المال دون بعض. (الشاميه، ٤/ ٣١١، ٣١٢ط: سعيد).

(۲) حوالہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

(۳) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قلت: وحاصل ذلک كله أنه إذا تفاضلا فی الربح فإن شرطا العمل عليهما سوية جاز: ولو تبرع أحدهما بالعمل وكذا لو شرطا العمل على أحدهما وكان الربح للعامل بقدر رأس ماله أو أكثر ولو كان الأكثر لغير العامل أو لأقلهما عملا لا يصح وله ربح ماله فقط.

(الشاميه، ٤/ ٣١٢، ط: سعيد).

(٤) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: تنبيه: علم مما مر أن العمل لو كان مشروطا عليهما لا يلزم اجتماعهما عليه كما هو صريح قوله وإن عمل أحدهما فقط ولذا قال فی البزازية: اشتركا وعمل أحدهما فی غيبة الآخر فلما حضر أعطاه حصته ثم غاب الآخر وعمل الآخر فلما حضر الغائب أبى أن يعطيه حصته من الربح إن كان الشرط أن يعملا جميعا وشتى فما كان من تجارتهما من الربح فبينهما على الشرط عملا أو عمل أحدهما فإن مرض أحدهما ولم يعمل وعمل الآخر فهو بينهما. اهـ. والظاهر أن عدم العمل من أحدهما لا فرق أن يكون بعذر أو بدونه كما صرح بمثله فی البزازية فی شركة التقبل معللا بأن العقد لا يرتفع بمجرد امتناعه واستحقاقه الربح بحكم الشرط فی العقد لا العمل اهـ ولا يخفى أن العلة جارية هنا. (الشاميه، ٤/ ٣١٣، ط: سعيد).

(۵)وقال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى: قوله (ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحد دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لا خلاف فى هذا لأحد من أهل العلم. ووجهه ما ذكره المصنف بقوله لأنه شرط يوجب انقطاع الشركة فعساه لا يخرج إلا قدر المسمى فيكون اشتراط جميع الربح لأحدهما على ذلك التقدير واشتراطه لأحدهما يخرج العقد عن الشركة إلى قرض أو بضاعة على ما تقدم. (فتح القدير،٦/ ١٧٠،ط:رشيديه قديم).

(۶)''حوالہ نمبر۱، اور حوالہ نمبر۸'' ملاحظہ ہو۔

(۷)''حوالہ نمبر۳، اور حوالہ نمبر۵'' ملاحظہ ہو۔

(۸)وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وهو) أن الشريك (أمين فى المال فيقبل قوله) بيمينه (فى) مقدار الربح والخسران والضياع........... (ويضمن بالتعدى)وهذا حكم الامانات. (الشاميه،٤/ ٣١٩،٣٢٠ط:سعيد).

(۹)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: (كتاب المضاربة (هى)....(عقد شركة فى الربح بمال من جانب) رب المال (و عمل من جانب) المضارب (و ركنها الايجاب و القبول و حكمها) انواع لأنها (ايداع ابتداء) و من حيل الضمان أن يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم و بما أقرضه على أن يعملا و الربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه (و توكيل مع العمل) لتصرفه بأمره (و شركة ان ربح و غصب ان خالف و ان أجاز) رب المال (بعده) لصيرورته غاصبا بالمخالفة(الشامية ٥/ ٦٤٥،٦٤٦)

و قال العلامة الرافعى رحمه الله تعالىٰ: (قول المصنف: ايداع ابتداء) أى فقط فلا ينافى أنها كذلك بقاء و المراد بالايداع الأمانة و يدل عليه قول الكنز و المضارب أمين و بالتصرف الخ لا حقيقة الايداع (التقريرات ٢٤٠، الشامية:٥)

و قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : (لا) يملك (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيك) اذ الشىء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلك) أى اعمل برأيك لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فى التعميم (ما لم ينص) المالك (عليهما) فيملكهما و

ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشترى بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلك فهو متطوع) لأنه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة(الشامية ٥ / ٦٤٩، ٦٥٠)

(۱۰) حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۸'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(١٠) قال العلامة ابن قدامة الحنبلي رحمه الله تعالى : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب .نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب. وحكاه عنه ابن المنذر......وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال ...... وهو قول مالك. (المغني ٧/١٢٤، ط:هجر،قاهره)

(۱۲) حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۱۰'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳) حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۱۱'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

ضمیمہ

''شفیق کیبل مرچنٹ'' اور ''شفیق انٹر پرائز'' نامی کمپنیاں جو ''اسلامی شرکت ومضاربت'' کے طور پر کاروبار کا دعوی کرتی ہیں، انہوں نے ''جامعہ بنوریہ العالمیہ'' میں اپنے کاروبار کا طریقہ کار اور پھر اس پر تنقیحات کی صورت میں اپنے کاروبار کی وضاحت کی ہے۔ان کی یہ وضاحت مع تبصرہ ملاحظہ ہو۔

(۱) کمپنی کے ایک ''باہمی معاہدہ مضاربت'' میں تحریر ہے:

''فریق دوئم اس رقم کو اپنے پاور کیبل، فیز سلیکٹر اور بریکر اور انویٹر اور بجلی کے سامان وغیرہ سے متعلق کاروبار میں لگائے گا ،اس مال کی خریداری اور اس سے آگے بیچنے اور کمپنی پر لگانے پر جو فائدہ حاصل ہوگا اس کے چار حصے کیے جائیں گے، تین حصے فریق اول کو ملیں گے اور ایک حصہ فریق ثانی کو ملے گا''۔

اور جوابِ تنقیح میں یوں تحریر ہے:

''اس (ٹھیکہ) میں تین کام ہوتے ہیں ایک مٹیریل کی خریداری

دوسرے اس کے بعد متعلقہ کمپنی پر بیچنا اور تیسرے ان اشیاء کی فٹنگ اور ان تینوں کاموں پر مجھے الگ الگ منافع ہوتا ہے اور میں پہلے کام کے منافع میں لوگوں کو شریک کرتا ہوں، جامعہ سے رقم لینے والوں کو دو کاموں یعنی مٹیریل کی خریداری اور اسے کمپنی پر بیچنے سے جو نفع حاصل ہو وہ دیتا ہوں، تیسرا نفع یعنی ٹھیکہ سے حاصل ہونے والی رقم میں خود لیتا ہوں جبکہ جامعہ کے علاوہ لوگوں اور غیر علماء سے مٹیریل کے کل نفع کا آدھا لیتا ہوں''۔

(۲) جوابِ تنقیح میں تحریر ہے:

ہمارے کچھ پرانے ساتھی ہیں، میں ان کے ساتھ بطور مضاربت کام کرتا ہوں، اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے میں ان کو سودا بتاتا ہوں کہ یہ کام ہے اور اتنے دنوں کا کام ہے اور اتنی اصل رقم ہے اور اتنا منافع ہے .... (آگے تحریر ہے)..........میرا جن افراد کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے ان کے سامنے سودا رکھتا ہوں اور اس کا نفع بتاتا ہوں اور اس کی ریٹرن (واپسی کی) مدت بتاتا ہوں اور ہر ایک کا سودا الگ الگ رکھتا ہوں''۔

(۳) جوابِ تنقیح میں تحریر ہے:

''اس ٹھیکہ داری کے علاوہ بھی میرے دوسرے کاروبار ہیں جیسے گڈانی سے اسکریپ کا مال اٹھانا یا کسی فیکٹری وغیرہ سے نیز میں فرنیچر کا کاروبار بھی کرتا ہوں جو امارات سے لاکر عمان میں بیچتا ہوں''۔

(۴) کمپنی کے طریقہ کار میں تحریر ہے:

''سب سے پہلے میں اپنے متعلقہ فیکٹری میں جسے مال کی ضرورت ہوتی ہے ان سے مال کی تفصیل معلوم کرتا ہوں مثلاً یہ کہ کتنی پاور کیبل کتنے بریکر، پینل، کتنے پاور فیکٹر اور انویٹر وغیرہ کی ضرورت ہے، یہ بھی معلوم کرتا ہوں کہ یہ مال کتنے دنوں میں چاہیے؟ یہ کہ اس کی پیمنٹ کی ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہوگا اور کتنے وقت میں ہوگی؟ پھر اگر وہ ایک سال کے

لیے ادھار مانگتا ہے تو ہم کم کر کے بات کرتے ہیں یہاں تک کہ سات یا آٹھ ماہ میں بات طے ہو جاتی ہے'' ...... (آگے تحریر ہے)............ ''پھر جب اس معاملے کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو اصل رقم اور منافع رقم والے کے سپرد کر دیتے ہیں اگر وہ کسی دوسرے معاملے میں رقم لگانا چاہے تو بتا دیتا ہے ورنہ اس کی رقم اسے واپس کر دی جاتی ہے''۔

(۵) اس کاروبار کے نفع کی اوسطاً مقدار کیا ہے؟ اس کو بھی انہوں نے ایک معاہدہ جو مؤرخہ 07-05-2012 کو ہوا ہے، کی صورت میں خود پیش کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسطاً فی ماہ ایک لاکھ پر تقریباً چوبیس ہزار یا اڑتالیس ہزار روپے نفع ہوتا ہے۔

معاہدے کی تحریر درج ذیل ہے :

﴿معاہدہ﴾

''فریقِ اول رب المال........... فریقِ ثانی مضارب........... آج مورخہ 07-05-2012 کو فریقِ اول نے فریقِ ثانی کو بطورِ مضاربت 32,16,000 بتیس لاکھ سولہ ہزار روپے دیے تھے، تین ماہ کی مدت پر۔ جس کا فریقِ اول کو متوقع حصہ ان شاء اللہ تیئس لاکھ تیس ہزار روپے ملے گا''۔

واضح رہے کہ یہ معاہدہ اگر غیر عالم کا ہے تو چونکہ اس سے کل نفع کا آدھا حصہ یہ خود لیتا ہے تو جب اس نے رب المال کو تیئس لاکھ تیس ہزار روپے دیے تو خود بھی اتنے لیے ہونگے، لہٰذا اس حساب سے کل نفع چھیالیس لاکھ ساٹھ ہزار ہوا۔ اور اگر یہ معاہدہ مولانا حافظ عبداللہ ولد حاجی لالا خان کا ہے جیسے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے تو ان سے چونکہ اسٹامپ پیپر پر 75% اور 25% فیصد کا معاہدہ ہوا ہے لہٰذا اس صورت میں کل نفع کا تین گنا یعنی 3/4 (23,30,000 تیئس لاکھ تیس ہزار) مولانا حافظ عبداللہ کو دیا اور 1/4 خود لیا ہوگا جو کہ 7,76,666 سات لاکھ چھہتر ہزار چھ سو چھیاسٹھ بنتا ہے، اور مجموعہ کل نفع (32,16,000 بتیس لاکھ سولہ ہزار پر تین ماہ

میں)31,06,666اکتیس لاکھ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ بنتا ہے۔

شفیق مرچنٹ کی ان وضاحتوں کی بنا پر جواز کا فتویٰ درج ذیل امور پر موقوف ہے جب تک ان امور کی صحیح وضاحت اور پورے طور پر اطمینان اور مشاہدہ نہ ہوگا اس کاروبار کو کسی طرح بھی جائز نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی کسی کے لیے اس میں شرکت جائز ہوگی اور نہ ہی منافع حلال ہوں گے۔

﴿۱﴾ شفیق مرچنٹ کی مندرجہ بالا پیش کردہ وضاحتوں میں دو تعارض ہیں جن کو حل کرایا جانا ضروری ہے۔

تعارض نمبر ا : جوابِ تنقیح میں منافع آدھو آدھ لینے کا تذکرہ ہے اور عملی مضاربہ نامہ مورخہ 14-11-2009 میں 75% اور 25% فیصد کا ذکر ہے۔

تعارض نمبر ۲ : جوابِ تنقیح میں تصریح ہے کہ ''جامعہ سے رقم دینے والوں کو پہلے دو کاموں یعنی مٹیریل کی خریداری اور اسے کمپنی پر بیچنے سے جو نفع حاصل ہو وہ دیتا ہوں، تیسرا نفع یعنی ٹھیکے سے حاصل ہونے والی رقم میں خود لیتا ہوں جبکہ جامعہ کے علاوہ لوگوں اور غیر علماء سے مٹیریل کے کل نفع کا آدھا لیتا ہوں''، جبکہ مولانا حافظ عبد اللہ ولد حاجی لالا خان سے معاہدہ مضاربت مورخہ 14-11-2009 میں کل نفع کے بجائے 75% فیصد نفع دیا گیا ہے، باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مضاربت نامہ حافظ عبداللہ ولد حاجی لالہ خان کا ہے جو عالم بھی ہے اور جامعہ بنوریہ سے متعلق ایک فرد بھی ہے۔

﴿۲﴾ بھائی شفیق مضارب کے ایجنٹ اور ارباب الاموال جو لوگوں سے پیسہ جمع کرتے ہیں کل کتنے ہیں؟

﴿۳﴾ ہر دن یا ہر ہفتہ یا پندرہ دن یا مہینے میں اوسطاً کتنا مال لوگوں سے لے کر مضارب (شفیق) کے پاس جمع کرتے ہیں؟

﴿۴﴾ مضارب روزانہ یا ہفتہ وار یا پندرہ دن یا مہینے میں کتنے ٹھیکے لے کر سودے کرتا ہے؟

﴿۵﴾ جتنے ٹھیکوں اور سودوں کا ان کا منصوبہ ہے اس کے لیے مزید کتنے سرمائے کی ضرورت ہے؟

﴿۶﴾ اس وقت کتنا سرمایہ ان ٹھیکوں کے لیے میسر ہوا ہے اور مزید کتنے سرمائے کی ضرورت ہے؟

﴿۷﴾ ایجنٹ جو لوگوں سے مختلف مدتوں کے معاہدوں کے تحت رقم لیتے ہیں ان کے لیے مضارب ایک ہی سودا کرتا ہے یا ان ایجنٹوں کے معاہدوں کے مطابق مختلف مدتوں کے متعدد سودے اور ٹھیکے لیتا ہے؟ اس اعتبار سے ٹھیکوں کی مقدار ایجنٹوں کی تعداد سے کئی گنا بڑھ جائے گی۔

﴿۸﴾ اسکریپ کا مال بھی ہر ایک رب المال اور ایجنٹ کے لیے الگ الگ سودا کر کے خریدا جاتا ہے یا سب کے لیے مشترک؟

﴿۹﴾ فرنیچر ہر ایک کے لیے الگ الگ یعنی کسی کے پیسوں سے پلنگ، کسی کے پیسوں سے صوفے وغیرہ وغیرہ خریدے جاتے ہیں یا مشترک؟

﴿۱۰﴾ علماء اور جامعہ بنوریہ عالمیہ سے تعلق رکھنے والے ایجنٹوں کی رقوم اسکریپ اور فرنیچر کے کاروبار میں لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر لگائی جاتی ہیں تو اس صورت میں سارا نفع ان محترم اور معزز حضرات کو دیا جاتا ہے یا مضارب (شفیق) بھی کچھ رکھتا ہے؟ کیونکہ اسکریپ اور فرنیچر کی خرید و فروخت میں فٹنگ کے ٹھیکے تو نہیں ہوتے۔

﴿۱۱﴾ علماء اور جامعہ بنوریہ کے افراد کے علاوہ دوسرے ارباب الاموال کتنے ہیں اور ان کی رقم کتنی ہے؟

﴿۱۲﴾ فرنیچر کے کاروبار کی طرح اسکریپ کا کاروبار بھی ایک ملک سے دوسرے ملک کا ہے یا صرف اندرونِ ملک؟

﴿۱۳﴾ بیرونِ ملک کاروبار کے لیے کتنا سرمایہ ملک سے بھیجا گیا ہے اس کی مقدار اور حکومت کی جانب سے اجازت نامہ درکار رہے۔

﴿۱۴﴾ بیرون ملک درآمدات و برآمدات کا لائسنس حاصل کیا ہے؟ نیز ایسی صورت میں کسٹم اور

ایل سی وغیرہ کے کاغذات دکھانا بھی ضروری ہے۔

﴿۱۵﴾ حکومت کے ادارہ ''سیکورٹی ایکسچینج کمیشن آف پاکستان'' (SECP) کی طرف سے جتنی مالیت کے کاروبار کی اجازت ہے وہ اجازت نامہ مع تفصیل مالیت درکار ہے۔

﴿۱۶﴾ مؤرخہ 07-05-2012 کے معاہدہ کے پیشِ نظر جو ماہانہ ایک لاکھ پر تقریباً چوبیس ہزار یا اڑتالیس ہزار دیا گیا ہے، کم از کم دو ایسے متدین تجار جو عملاً اس کاروبار سے وابستہ نہ ہوں وہ اس بات کی تصدیق کریں کہ تجارتی عادت اور معمول میں اتنی رقم پر اتنے ادھار کی صورت میں اتنا نفع ہوسکتا ہے۔

﴿۱۷﴾ کمپنی کے کم از کم گذشتہ تین ماہ کی خرید وفروخت کی اصل رسیدیں یا ان کی فوٹو کاپیاں دکھائی جائیں۔

﴿۱۸﴾ تقسیمِ منافع کے عملی طریقہ کار کی تحریرات دکھائی جائیں۔

﴿۱۹﴾ روزمرہ کے خرید وفروخت کے معاملات کا مفتیانِ کرام کو مشاہدہ کرایا جائے تاکہ یہ بات ثابت ہوسکے کہ معاملات وبیوعات واقعۃً شریعت کے مطابق بھی ہیں یا نہیں؟

﴿۲۰﴾ کمپنی کے معاملات کو شریعت کے مطابق درست کرنے کے لیے ضروری ہے کہ فی الحال لوگوں سے مزید سرمایہ لینا بند کردیا جائے۔

تنبیہ: مندرجہ بالا امور کی وضاحت اور تفصیلات پر جواز کا فتوی موقوف ہوگا تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ کاروبار مکمل طور پر شریعت کے مطابق ہورہا ہے اور اس کاروبار کی واقعۃً خارج میں ایک حیثیت اور وجود بھی ہے کیونکہ ماضی میں کئی ایسے واقعات رونما ہوچکے ہیں جن میں اس قسم کے کثیر منافع کی لالچ دے کر عوام کو ان کے خون پسینے کی کمائی سے محروم کردیا گیا لہٰذا اُن تجربات اور امثلہ کے پیشِ نظر اگر آج بھی اس قسم کا کوئی کاروبار سامنے آئے تو علماء ومفتیانِ کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان سے مکمل وضاحت طلب کریں تاکہ ماضی جیسے واقعات کی روک تھام ہوسکے۔

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلۂ اسقاط اور دُعا بعد نمازِ جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاقِ ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- اصلی زینت
- استشارہ (مشورہ) واستخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- تقویٰ کے چار انعامات
- مسائلِ رمضان المبارک
- اسلام کی حقیقت اور سنت وبدعت کی وضاحت

ناشر
جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051